ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
بیادگار
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور
یکم دسمبر ۱۹۶۷ء
۲۸ شعبان المعظم ۱۳۸۷ھ
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور
ہدیہ ۲۵ پیسے

اَحَادِیثُ الرَّسُول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا رَاَى الْهِلَالَ قَالَ : اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهُ عَلَيْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِيْمَانِ ، وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ رَبِّيْ وَ رَبُّكَ اللّٰهُ ، هِلَالُ رُشْدٍ وَ خَيْرٍ : رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب چاند دیکھتے۔ تو یہ دعا پڑھتے : اللّٰہم اھلہ علینا بالامن و الایمان الخ

یعنی اے اللہ طلوع فرما ہم پر یہ چاند امن و ایمان ، سلامتی اور اسلام کے ساتھ (اے چاند) میرا اور تیرا پروردگار حق تعالیٰ ہے (الٰہی) ہدایت و خیر کا چاند ہو۔ ترمذی نے اس روایت کو ذکر کیا ہے۔ اور کہا ہے ، کہ حدیث حسن ہے۔

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : تَسَحَّرُوْا فَاِنَّ فِي السُّحُوْرِ بَرَكَةً : مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ سحری کیا کرو۔ کیونکہ سحری میں برکت ہے۔ (بخاری و مسلم)

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : تَسَحَّرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قُمْنَا اِلَى الصَّلٰوةِ قِيْلَ : كَمْ كَانَ بَيْنَهُمَا ؟ قَالَ : خَمْسُوْنَ اٰيَةً ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سحری کھائی۔ پھر ہم نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔ حضرت زید سے پوچھا گیا : کہ سحری اور اذان کے درمیان کتنا فصل تھا ؟ فرمایا بقدر پچاس آیات پڑھنے کے۔ (بخاری و مسلم)

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : كَانَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُؤَذِّنَانِ بِلَالٌ وَ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ فَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يُؤَذِّنَ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ ؛ قَالَ وَلَمْ يَكُنْ بَيْنَهُمَا اِلَّا اَنْ يَّنْزِلَ هٰذَا وَ يَرْقٰى هٰذَا ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ، بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو موذن تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلال رضی اللہ عنہ رات ہی سے اذان دے دیتے ہیں (لہذا ان کی اذان کے بعد) کھایا کرو اور پیا کرو ، یہاں تک کہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ (صبح کی) اذان دے دیں اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان دونوں کی اذانوں میں اتنا فاصلہ ہوتا تھا کہ وہ اترتے اور یہ چڑھتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : فَصْلُ مَا بَيْنَ صِيَامِنَا وَ صِيَامِ اَهْلِ الْكِتَابِ اَكْلَةُ السَّحَرِ " (رواہ مسلم)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں ، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں صرف فرق سحری کھانے سے ہے۔ (کیونکہ اہل کتاب سحری نہیں کھاتے)۔ (بخاری و مسلم)

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَّا عَجَّلُوا الْفِطْرَ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں ، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ آدمی اس وقت تک بھلائی میں رہیں گے۔ جب تک کہ افطار (روزہ کھولنے) میں جلدی کرتے رہیں گے۔ (بخاری و مسلم)

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ : اَحَبُّ عِبَادِيْ اِلَيَّ اَعْجَلُهُمْ فِطْرًا ، رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ، بیان کرتے ہیں ، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ، کہ اللہ ربّ العزت فرماتا ہے۔ کہ مجھ کو اپنے بندوں میں سب سے جلدی افطار کرنے والا بندہ زیادہ محبوب ہے ، ترمذی نے اس حدیث کو ذکر کیا اور کہا کہ حدیث حسن ہے۔

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " اِذَا اَقْبَلَ اللَّيْلُ مِنْ هٰهُنَا وَ اَدْبَرَ النَّهَارُ مِنْ هٰهُنَا وَ غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّائِمُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ، بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے ، کہ جب رات اس (مشرق کی) جانب سے آ جائے ، اور دن اس (مغرب کی) جانب چلا جائے اور سورج غروب ہو جائے تو حکماً روزہ دار نے روزہ افطار کر لیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایڈیٹر
مناظر حسین نظرؔ
ٹیلیفون
۶۷۵۴۵

ہفت روزہ — لاہور
خدام الدین

سالانہ
گیارہ روپے
ششماہی
چھ روپے

جلد ۱۳ | ۲۸ شعبان المعظم ۱۳۸۷ھ بمطابق یکم دسمبر ۱۹۶۷ء | شمارہ ۳۰

ہماری قومی آزادی سے پہلے غیر ملکی جبر و انتداب کا قانون ہم پر مسلط تھا وہ اگر خوب کو ناخوب اور ناخوب کو خوب قرار دیتا تھا تو ہمارے لئے اُسے تسلیم کر لینے کے سوا چارہ نہ تھا۔ کیونکہ ان حالات میں قوموں کے ضمیر بدل جاتے ہیں۔ اور فکر و نظر کے زاویے بالعموم ٹیڑھے ہو جاتے ہیں۔ نہ قومی تہذیب و اخلاق اپنی صحیح صورت میں قائم رہتے ہیں، نہ معاشرتی و تمدّنی خصوصیات محفوظ رہتی ہیں۔ مگر اب جب کہ اُس تاریک دُور کے بادل چھٹ چکے اور آزادی کے خورشید کو جگمگاتے ہوئے بیس سال گذر چکے ہیں اس دُور کی مذمت کرتے رہنا بے سود ہے۔ اگر کوئی چیز نافع ہے تو یہ کہ ہم ایک آزاد قوم کی طرح پوری ذمہ داری کے ساتھ اپنے گرد و پیش کا جائزہ لیتے ہوئے نئے عزم و ثبات کے ساتھ قومی تعمیر و ترقی کی منزل کی طرف قدم بڑھاتے رہیں۔ لیکن یہ کہنا بے محل نہ ہوگا کہ قومی تعمیر و ترقی کی منزل کی طرف کامیابی سے قدم جب ہی اٹھ سکتا ہے جب باہمی اتحاد و تعاون کی فضا قائم ہو، دیانت و امانت ہمارے اصول اور ایثار و اخلاق کی قدریں پیشِ نظر ہوں۔ مگر ہماری حالت یہ ہے کہ ہمارے نامۂ اعمال میں من حیث القوم نئے نئے جرائم کا اضافہ ہو رہا ہے۔ ہم پر کوئی صبح طلوع نہیں ہوتی جب ہم سماجی ماحول میں کوئی قباحت ایجاد نہیں کرتے۔ اور کوئی رات ایسی نہیں آتی جب ہم قومی و مُلکی مفاد کو سبوتاژ کرنے کی تدبیر نہیں سوچ لیتے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم نے آزادی کا مفہوم ہر اخلاقی ضابطے کی پامالی، ہر سماجی تقاضے سے بے اعتنائی اور ہر انسانی قدر کی بے حرمتی کے مترادف سمجھ لیا ہے۔ قتل و غارت، سرقہ و رہزنی، رشوت اور سمگلنگ، اغوا اور اشیائے خوردنی میں ملاوٹ کے سماجی جرائم ہماری آنکھوں کے سامنے ہو رہے ہیں۔ زنا، شراب، جوا اور اتہام جیسے رذائل عام ہیں۔ بچّوں کے اغوا سے کتنے گھرانے بے نور ہو گئے، اور کتنے خاندانوں کے چشم و چراغ خونخواروں کے ہتھے چڑھ کر اپنی آب و تاب کھو چکے ہیں، قوم کی بہو بیٹیوں کے لئے راہ چلنا محال ہو گیا ہے، غنڈوں کی پارٹیاں شاہراہوں پر دن دہاڑے ایک دوسرے پر فائرنگ کرتی ہیں۔ اور جب پولیس غنڈوں کا تعاقب کرتی ہے تو اسے بھی ایسے ہی حادثے سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اگر ان گھناؤنے جرائم کا تفصیلی جائزہ لیا جائے تو ایک ضخیم دفتر تیار ہو جائے۔ حیرت کا مقام ہے کہ قانون موجود ہے مگر بے اثر، حکومت کی ساری مشینری جرائم کی بیخ کنی کے لئے پورا زور لگا رہی ہے مگر جرائم جوں کے توں، علماء و فضلاء پند و نصائح اور وعظ و بیانات سے انسداد رذائل کی بھرپور کوشش کر رہے ہیں مگر ہنوز روزِ اوّل والا معاملہ ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ جس قوم نے خدا کے جلیل القدر اسلاف [illegible] درسِ اخلاق و تہذیب دیا تھا اور زندگی کی شاہراہ میں جابجا علم و حکمت اور امن و انصاف کے چراغ روشن کئے تھے آج اپنی میراث سے اس قدر غافل اور اہم فرائض و واجبات سے اتنے بیگانہ کیوں ہو گئے ہیں۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ہم مادی ترقی کے ساتھ روحانی برتری کی مثال بھی دنیا میں قائم کرتے کیونکہ روحانی ترقی کے بغیر ہر مادی ارتقاء ناپائدار اور بے معنی ہے۔ آخر وہ کون سے عوامل ہیں جو اس مقصدِ عظیمہ کے حصول میں مانع ہیں؟ اس پر ہمارے اربابِ اقتدار اور اصحابِ علم و دانش اگر سنجیدگی سے غور کریں تو وہ اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ اولاً ہمارا مروّجہ نصابِ تعلیم اور نظامِ تعلیم بجائے خود اصلاح و ترمیم کا محتاج ہے۔ سکولوں اور کالجوں میں ثقافتی پروگراموں کی آڑ میں رقص اور ڈراموں کی ترویج جس سانچے میں اخلاق و سیرت کو ڈھالے گی وہ اس صورتِ حال سے مختلف نہیں ہو سکتی جو اوپر بیان ہوئی ہے۔ دفاتر میں احکام عوامی فلاح کے نکتۂ نظر سے کم اور شخصی مفاد کے نکتۂ نظر سے زیادہ صادر فرمائے جاتے ہیں۔ اشیائے خوردنی میں آمیزش جیسے سنگین جرم کے استیصال کی خاطر جو ہدایات جاری ہوتی ہیں ان کی صحیح روح کو سمجھنے کی بجائے صرف ان لوگوں کے چالان کرنے پر اکتفا کی جاتی ہے جو فی الواقعہ آمیزش کے ذمّہ دار نہیں ہوتے۔ معمولی اور محدود وسائل رکھنے والے پرچون فروشوں کو سرکاری اہلکاروں کی غیر ذمہ داری کی وجہ سے بعض اوقات ناکردہ گناہ کی سزا بھگتنا پڑتی ہے اور آمیزش کے مرتکب کارخانہ دار اپنی سماجی برتری اور اقتصادی بالاتری کے باعث سزا سے بچے رہتے ہیں۔ اسی طرح غنڈے بااثر افراد کی سرپرستی کی وجہ سے قانون کی گرفت سے محفوظ رہ کر اپنی امن سوز اور اخلاق کش سرگرمیاں جاری رکھتے ہیں۔ انفرادی اصلاحی کوششوں سے قطع نظر اجتماعی کوشش کا تصوّر بدستور مبہم و مخدوش ہے۔ اگر اخلاقی و سماجی جرائم کی رفتار میں کمی آجاتی تو پھر بھی قدرے اطمینان [illegible] کا مظہر [illegible] وہ بنجر زمین میں گلاب اُگا [illegible] اور گلاب کے مہکتے ہوئے پھولوں کے ساتھ خار پیدا کر دیتا ہے۔

فتبارک اللہ احسن الخالقین۔

[illegible] جبکہ قرآنِ عزیز نے یہ تصریح کی

(باقی آئندہ)

مجلسِ ذکر

۱۲ر شعبان المکرم ۱۳۸۶ھ مطابق ۱۶ر نومبر ۱۹۶۶ء

توبہ سے نیک اعمال کا دروازہ کھلتا ہے

حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

مرتبہ : خالد سلیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ : امّا بعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥

بزرگان محترم! ہم ذات باری تعالےٰ عزاسمہٗ کا شکر ادا نہیں کر سکتے جس نے ہمیں بے پناہ احسانات سے نوازا ہمیں انسان بنایا۔ اشرف المخلوقات کا لقب بخشا اور پھر امّتِ مسلمہ میں داخل کیا۔ اگر وہ ہمیں چرند یا پرند بنا دیتا تو ہم کیا کر سکتے تھے۔ پھر مزید احسان اس کا یہ ہے کہ اس نے ہمیں دین صحیح اور سنگت صحیح نصیب فرمائی اور اللہ والوں کی معیّت بخشی جو ہماری بہت بڑی سعادت اور اللہ جلّ شانہٗ کا بہت بڑا احسان ہے۔

ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ والوں کی صحبت کبھی قضا نہ کیجئے کیونکہ ان کے جوتوں سے وہ موتی ملتے ہیں جو بادشاہوں کے تاجوں میں بھی نہیں ہوتے اور ہر گھڑی اپنے آپ کو یاد الٰہی میں مشاغل رکھئے اللہ تعالےٰ ہم سب کو اپنے ذکر سے زبانوں کو تر رکھنے اور دلوں کو یاد الٰہی آباد رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اہل اللہ کی صحبت میں بیٹھنے اور ان سے فیض یاب ہونے کی سعادت نصیب فرمائے۔

آج میری معروضات کا موضوع "توبہ" ہے

اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ لئے اللہ تعالیٰ کی بہت

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عبارا ہے۔

وَسَلَّمَ ثُمَّ قُمْنَا اِلَی الصَّلٰوۃِ

قِیْلَ : کَمْ کَانَ بَیْنَہُمَا ؟

قَالَ : خَمْسُوْنَ اٰیَۃً ، مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم

کو ہر گھڑی توبہ کرتے رہنا چاہیئے۔ توبہ گناہوں کو دھونی اور انسان کو پاک صاف کر دیتی ہے امراض روحانی آج کل عام ہیں۔ کوئی کبر میں مبتلا ہے کوئی حسد کا شکار ہے، کوئی عجب اور ریا کے مرض میں گرفتار ہے غرض ہر شخص سوائے ان معدودے چند افراد کے جنہیں اللہ تعالےٰ نے اپنے خاص فضل سے محفوظ فرما دیا ہو ہر شخص کسی نہ کسی روحانی مرض میں ضرور مبتلا ہے۔ اس لئے ہمیں ہر وقت توبہ میں لگے رہنا چاہیئے۔

"**توبہ**" کیا ہے؟ التوبۃ ھی الندامۃ توبہ یہ ہے کہ دل میں گناہوں پر ندامت پیدا ہو، پشیمانی ہو اور انسان آئندہ اس کام کے نہ کرنے کا تہیّہ کرے قرآن عزیز میں ارشاد ربانی ہے۔

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰکِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاھُوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰہِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ٥ (پ ۱۱ س التوبہ آیت ۱۱۲)

اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے حضرات صحابہؓ کی تعریف فرمائی ہے کہ یہ توبہ کرنے والے ہیں۔ عبادت کرنے والے ہیں۔ شکر کرنے والے ہیں، روزہ رکھنے والے ہیں، رکوع کرنے والے ہیں، سجدہ کرنے والے ہیں، اچھے کاموں کا حکم کرنیوالے ہیں بُری باتوں سے روکنے والے ہیں

وَ دللہ کی حدوں کی حفاظت کرنے والے

السّحرا سے مومنوں کو خوشخبری سُنا دے۔

حضرت اس آیت میں جو حسنات

اللہ عنہ سے رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بیان

ہوئی ہیں ان میں توبہ کی صفت سب پر مقدم ہے۔ اس تقدیم سے یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ درحقیقت توبہ ہی وہ باب رحمت ہے جس کے ذریعے وہ تمام درجات اور صفات جو آگے بیان ہو رہی ہیں حاصل ہوتی ہیں مطلب یہ ہے کہ بندگی کا اولیّن درجہ توبہ ہی سے نصیب ہوتا ہے۔ اور یہ بیان ہو چکا ہے کہ توبہ نام ہی ندامت کا ہے۔ پس توبہ کی حقیقت قلبی ندامت ہے۔ توبہ کی روح اپنی کوتاہیوں پر پشیمان ہونا ہے۔

محترم حضرات! یاد رکھیئے کہ توبہ کا دروازہ امت کے لئے درحقیقت بڑی رحمت کا دروازہ اور اسی دروازے سے داخل ہو کر انسان کو اگلے درجات و مقامات نصیب ہو سکتے ہیں۔ جس کے لئے توبہ کا دروازہ کھل گیا گویا اس کے لئے بہشت کا دروازہ کھل گیا۔ جس کی توبہ قبول ہو گئی آخرت تو آخرت اس کی دنیا بھی جنّت بن گئی۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو توبہ کرنے اور اگلے مقامات حاصل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ (آمین)

برادرانِ عزیز! اس تصوّر کے چند دنوں تک رمضان المبارک آیا چاہتا ہے توبہ کرنے کی ہمّت اور بڑھ جاتی ہے کیونکہ اس کا پہلا عشرہ ہی توبہ و استغفار کا ہے۔ آیئے پہلے ہی سے اس ماہ مبارک کی برکات حاصل کرنے کے لئے اپنے آپ کو تیار کریں۔ وما علینا الا البلاغ۔

★

جمعہ خطبہ
۲۱ ر شعبان المعظم ۱۳۸۷ھ بمطابق ۲۴ ر نومبر ۱۹۶۷ء

زبان و دل کو ہر گھڑی ذکرِ الٰہی اور یادِ خدا میں مشاغل رکھیئے

اور

مجالسِ ذکر میں کثرت سے حاضری کی سعادت حاصل کیجئے

حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفٰی وسلامٌ علیٰ عبادہ الّذین اصطفیٰ: امّابعد: فاعوذ باللہ من الشّیطٰن الرّجیم:—
بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم:—

وَ لِلّٰہِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْہُ بِھَا وَ ذَرُوا الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْٓ اَسْمَآئِہٖ ط سَیُجْزَوْنَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝ وَ مِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّۃٌ یَّھْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِہٖ یَعْدِلُوْنَ ۝
(پ ۹ س الاعراف آیت ۱۸۰-۱۸۱)

ترجمہ: اور سب اچھے نام اللہ ہی کے لئے ہیں۔ سو اُسے انہیں ناموں سے پکارو اور چھوڑ دو ان کو جو اللہ کے ناموں میں کجروی اختیار کرتے ہیں، وہ اپنے کئے کی سزا پاکر رہیں گے۔ اور ان لوگوں میں سے جنہیں ہم نے پیدا کیا ایک جماعت ہے جو سچی راہ بتاتی ہے اور اسی کے موافق انصاف کرتے ہیں۔

حاشیہ شیخ الاسلام رح

(اس سے پہلے) غافلین کا حال ذکر کرکے مومنین کو متنبہ فرمایا ہے کہ تم غفلت اختیار نہ کرنا۔ غفلت دور کرنے والی چیز خدا کی یاد ہے۔ سو تم ہمیشہ اُس کو اچھے ناموں سے پکارو اور اچھی صفات سے یاد کرو۔ جو لوگ اس کے اسماء و صفات کے بارے میں کج روش اختیار کرتے ہیں انہیں چھوڑ دو۔ جیسا کریں گے ویسا بھگتیں گے۔ خدا کے ناموں اور صفتوں کے متعلق کجروی یہ ہے کہ خدا پر ایسے نام یا صفت کا اطلاق کرے جس کی شریعت نے اجازت نہیں دی اور جو حق تعالےٰ کی تعظیم و اجلال کے لائق نہیں یا اس کے مخصوص نام اور صفت کا اطلاق غیر اللہ پر کرے یا ان کے معانی بیان کرتے ہیں بے اصول تاویل اور کھینچ تان کرے یا ان کو معصیت (مثلاً سحر وغیرہ) کے مواقع میں استعمال کرنے لگے۔ یہ سب کجروی ہے۔

حاصل یہ ہے کہ اللہ کے بہت سے اچھے اچھے نام ہیں وہ نام لے کر اُسے پکارو لیکن جو لوگ اس کے ناموں میں اپنی عقل چلاتے ہیں اور غلط طریقے اختیار کرتے ہیں اُن سے کچھ سروکار نہ رکھو۔ انہیں ان کے فعلوں کی سزا مل کر رہے گی۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ہماری مخلوقات میں ایک ایسی جماعت موجود ہے جو ہر قسم کی افراط و تفریط اور کجروی سے علیحدہ ہو کر سچائی اور انصاف و اعتدال کو ہر وقت اپنے سامنے رکھتی ہے۔ یہ جماعت امّت محمدیہ مرحومہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم ہے۔

یاد رکھئے! اللہ کے ناموں میں ٹیڑھی چال یہ ہے کہ اس کے سے اختیار دوسروں میں ماننا اور اس کے نام انہیں دینا یا اللہ کے نام اپنی مرضی سے جو چاہنا رکھنا یا نامناسب مقصد حاصل کرنے کے لئے اس کے نام کے وظیفے پڑھنا۔

غرض خلاصہ یہ ہے کہ غفلت [illegible] سے [illegible] قوم نے خدا [illegible] پاس بھی [illegible] اس [illegible]

غفلت کا علاج اللہ جل شانہٗ کی یاد سے کرنا۔ مزید براں حق تعالےٰ سبحانہٗ کو انہیں ناموں سے پکارنا جو قرآن و حدیث میں آتے ہیں اور دعا اسی طریقے سے اور انہیں مقاصد کے لئے کرنا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔

آگے چل کر ارشاد ہوتا ہے:—

وَاذْکُرْ رَّبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ تَضَرُّعًا وَّ خِیْفَۃً وَّ دُوْنَ الْجَھْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ وَلَا تَکُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ ۝

ترجمہ: اور اپنے رب کو اپنے دل میں عاجزی کرتا ہوا اور ڈرتا ہوا یاد کرتا رہ اور صبح اور شام بلند کی نسبت ہلکی آواز سے، اور غافلوں سے نہ ہو۔

حاشیہ شیخ الاسلام رح

بڑا ذکر تو قرآن کریم ہے۔ اس کا ادب بیان ہو چکا۔ اب عام ذکراللہ کے کچھ آداب بیان فرماتے ہیں۔ یعنی "ذکراللہ" کی اصلی روح یہ ہے کہ جو زبان سے کہے دل سے اُس کی طرف دھیان رکھے تاکہ ذکر کا پورا نفع ظاہر ہو۔ اور زبان و دل دونوں عضو خدا کی یاد میں [illegible] کا مظہر کرتے [illegible] وہ بنجر زمین میں گلاب اُگا دیتا اور گلاب کے مہکتے ہوئے پھولوں کے ساتھ خار پیدا کر دیتا ہے۔ فتبٰرک اللہ احسن الخالقین۔

[illegible] جبکہ قرآن عزیز نے یہ تصریح کی [illegible]

(باقی آئندہ)

تضرع و خوف کا رنگ محسوس ہونا چاہئے۔ ذکر و مذکور کی عظمت و جلال سے آواز کا پست ہونا قدرتی چیز ہے۔ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا۔ اسی لئے زیادہ چلّانے کی ممانعت آئی ہے۔ دھیمی آواز سے سراً یا جہراً خدا کا ذکر کرے تو خدا اس کا ذکر کرے گا۔ پھر اس سے زیادہ عاشق کی خوش بختی اور کیا ہو سکتی ہے؟

(آگے فرمایا) یعنی رات دن خصوصاً صبح و شام کے اوقات میں اس کی یاد سے غافل مت رہ۔ جب مقرب فرشتوں کو اس کی بندگی سے عار نہیں بلکہ ہمہ وقت اسی کی یاد میں لگے رہتے ہیں، اسی کو سجدہ کرتے ہیں تو انسان کو اور بھی زیادہ ضروری ہے کہ اس کے ذکر اور عبادت و سجود سے غافل نہ رہے۔

حاصل یہ نکلا کہ اللہ جل شانہٗ کو دل سے یاد کرو۔ اس طرح کہ اس کے آگے اپنی عاجزی اور انکسار کا اظہار ہو، دل میں اُس کی عظمت و جلال کا تصور ہو اور اس کا ڈر بیٹھا ہوا ہو۔ دل کے ساتھ زبان پر بھی اس کا نام جاری ہو اور آواز بہت اونچی نہ ہو اور اللہ کی یاد کے لئے صبح اور شام خاص طور پر موزوں وقت ہیں گو اس کے خیال سے کسی وقت اور کسی لمحہ بھی غافل نہ ہونا چاہئے۔

پس اے برادرانِ عزیز! خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرنا چاہئے۔ اور اس کی یاد سے ایک لمحہ کے لئے بھی غافل نہ ہونا چاہئے۔

ارشادِ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم)

ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ جو شخص اکثر اوقات اللہ کے ذکر اور اس کی یاد میں ڈوبا رہتا ہے۔ اللہ جل شانہٗ اُسے پیار کی نظروں سے

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰه
وَسَلَّمَ ثُمَّ قُمْنَا اِلَی الصَّلٰوةِ
قِیْلَ: کَمْ کَانَ بَیْنَهُمَا؟
قَالَ: خَمْسُوْنَ اٰیَةً، مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم

"معراج کی رات میرا گذر ایک ایسے شخص پر ہوا جو نورِ عرش میں ڈوبا ہوا تھا۔ میں نے دریافت کیا۔ یہ کون شخص ہے؟ کیا یہ خدا کا کوئی مقرب فرشتہ ہے؟ جواب دیا گیا نہیں۔ پھر میں نے سوال کیا۔ کیا یہ کوئی معزز اور اولوالعزم پیغمبر ہے؟ کہا گیا "نہیں"۔ اس پر میں نے پوچھا۔ آخر یہ کون ہے؟ تو مجھے بتایا گیا کہ یہ وہ مبارک شخص ہے جو دنیا میں ہمیشہ ذکرِ الٰہی میں مستغرق رہا کرتا تھا۔ اس کی زبان ذکرِ الٰہی سے تر رہتی اور اس کا دل مسجدوں میں لگا رہتا تھا۔

ذکر کرنے والے کی فضیلت

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے جو بندہ مجھے دل میں یاد کرے گا میں اسے اپنے فرشتوں کی جماعت میں یاد کروں گا اور جو شخص جمگھٹے اور مجمع میں میرا ذکر کرے گا میں اس کا ذکر رفیقِ اعلیٰ کے گروہ میں کروں گا۔

محترم حضرات! ہمارے سلسلے کے بزرگوں میں اسی لئے روزانہ مجلسِ ذکر کا التزام کیا جاتا ہے کہ اکٹھے ہوکر اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی یاد کریں اور اس کی رضا کا تمغہ حاصل کریں۔ لاہور میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ محض اپنی دوسری دینی مصروفیات کی بناء پر مجلسِ ذکر صرف جمعرات کو کرایا کرتے تھے۔ مگر ویسے تمام متوسلین کو روزانہ گھروں پر ذکر جہر کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ دوسرے اذکار کے متعلق تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت تھی کہ کسی وقت بھی اللہ کی یاد سے غافل نہ رہا جائے حتیٰ کہ ایک سانس بھی یادِ خداوندی سے غفلت کی حالت میں نہ نکلنے پاتے۔

محترم حضرات! ہم سب پر لازم ہے کہ ہم فرض کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ ذکرِ الٰہی کی پابندی اور اس پر
وَ ...ادلت کو شعار بنائیں اور ایک سانس
السّحر ...ر کی یاد سے خالی نہ جانے
حضرت ... ازیں مجالسِ ذکر میں
اللہ عنہ سے ... وہ شریک ہوں اور

برکاتِ ذکر سے مستفیض ہوں اور رحمتِ خداوندی کے مستحق بنیں۔

حدیث شریف

میں آتا ہے کہ کبھی بندہ ذکرِ الٰہی کی مجلسوں میں پہاڑوں کے برابر گناہ لے کر آتا ہے مگر جب اس مبارک مجلس سے باہر نکلتا ہے تو ذکر کی برکت سے ایسا پاک صاف اور ستھرا ہوکر نکلتا ہے کہ اُن گناہوں میں سے کچھ بھی اس کے ذمّہ باقی نہیں رہتا۔

یہی وجہ ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجلس ذکر کو جنّت کے سرسبز و شاداب باغات میں سے ایک نہایت ہی پیارا، لطف خیز اور ہرا بھرا باغ قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ لوگو! جب تم جنت کے پھلے پھولے باغوں میں پہنچو تو وہاں کے پُر لطف اور مزیدار میووں سے خوب سیری حاصل کرو۔ کسی نے دریافت کیا۔ "یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) ریاضِ جنّت سے آپؐ کی کیا مراد ہے؟ آپؐ نے فرمایا۔ "ذکر الٰہی کے حلقے اور یادِ خدا کی مجلسیں"

پس ہمیں چاہئے کہ ہم زیادہ سے زیادہ ذکر الٰہی کریں، دل کو ہر گھڑی اور ہمہ وقت یادِ خدا میں شاغل رکھیں اور کثرت سے مجالسِ ذکر میں شریک ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے فضل سے اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین!

ریڈیو پر تقاریر

حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی انشاءاللہ ۱۲ر دسمبر ۶۷ء مطابق ۹ر رمضان المبارک صبح سحری کے خاص ریڈیو پروگرام میں "اکلِ حلال کی اہمیت" کے عنوان پر تقریر فرمائیں گے اور ۱۵ر دسمبر بروز جمعہ پونے چھ بجے شام "جمہور دی آواز" پروگرام میں "ہدایت دی راہ" کے عنوان پر تقریر فرمائیں گے۔ (حاجی بشیر احمد)

بروز جمعہ مورخہ ۲۸ر شعبان المعظم بطابق یکم دسمبر ۶۷ء حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم جامع مسجد ہیرن روڈ کرشن نگر بعد نماز مغرب مجلس ذکر کرائیں گے۔ احباب شرکت فرمائیں۔
(اقبال احمد صدیقی)

ترجمہ وتفسیر:- حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب مدظلہ العالی۔ ضبط وتحریر:- جناب محمد عثمان غنی بی اے

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی نے ۲۴ نومبر کے روز پونے چھ بجے شام ریڈیو پاکستان لاہور کے پنجابی زبان کے پروگرام "جمہوردی آواز" میں جو تقریر نشر فرمائی وہ افادہ عام کے لئے شائع کی جاتی ہے۔

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ امابعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا ــــ تا ــــ لَکُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ ۝ (البقرہ آیت ۶۲ تا ۶۴)

ایہناں آیتاں دا ترجمہ ایہہ وے:- اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا - بے شک جہڑے لوگ ایمان لیا چکے نیں - وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِئِیْنَ - اتے جہڑے یہودی تے نصرانی تے صابی ہو چکے نیں۔ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ - تے جہڑے اللہ اور آخرت تے ایمان لیائے۔ وَعَمِلَ صَالِحًا، اتے نیک عمل کیتے، فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ - سو اوہناں سبھناں لئی اوہناں دے پروردگار کول اوہناں دا اجر اے۔ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ نہ اوہناں نوں کوئی اندیشہ اے اور نہ کوئی رنج وغم اے۔ وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَكُمْ - تے جدوں اساں تہاڈے کولوں وعدہ لتا۔ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ تے اساں تہاڈے اتے طور پہاڑ نوں بلند کیتا۔ خُذُوْا مَآ اٰتَیْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ مضبوطی نال پکڑو ایس (کتاب) نوں جہڑی اساں تہانوں دتی اے۔ وَاذْكُرُوْا مَا فِیْهِ - اتے جو کجھ اوہدے وچ اے اوہنوں یاد رکھو، لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ تاں جے تسی پرہیزگار بن جاؤ۔ ثُمَّ تَوَلَّیْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ - فیر تسی اوہدے بعد اوس قول قرار توں پھر گئے۔ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ تے اگر تہاڈے اتے اللہ دا فضل تے اوہدی رحمت نہ ہوندی لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ ۝ تے تسی ضرور تباہ ہو جاندے ہن تسی چونویاں لفظاں دی تشریح سن لو:-

اٰمَنُوْا :- تسی ایمان لیاؤ ــــ ایہہ ایمان توں فعل ماضی دا صیغہ جمع مذکر غائب اے۔ ایہدا واحد اٰمَنَ اے۔ یعنی اوہ ایمان لیایا۔ ایمان لیان نال انسان اللہ دی پناہ وچ آ جاندا اے، اوہ امن تے امان والا، بے خوف تے مطمئن ہون والا اے۔ ایمانیات دے دائرے دے اندر جنیاں چیزاں آوندیاں نیں اوہناں ساریاں نوں تصریحاتِ نبوی دے مطابق تے اوہناں دے ماتحت ہونا ضروری اے۔ کسے ہور راہ توں آیا ہویا علم ایس دائرے وچ نا مقبول اے، ایمان دی کیفیت نفسی شک، ریب، تردد، تذبذب دی بالکل ضد اے۔ اوسدے برخلاف ایمان نال دماغ نوں سکون، دل نوں اطمینان اتے روح نوں تسلی تے تشفی نصیب ہوندی اے۔ ایمان دے بغیر دل وچ بیکلی تے بے چینی رہندی اے۔ لیکن ایمان والے نوں سخت مصیبت دے ویلے وی ڈھارس رہندی اے کہ اوہ وڈا سہارا تے بڑا مضبوط آسرا رکھ(د)ا ہے ... وچ

هَادُوْا ... ہن ... س ... مشعور کو
یہودیوں نہ کرنا چاہئے کہ آج سے
مذہب ... سال قبل ایک قوم نے خدا
یہو ... س ... ن کی

بعض عرب قبیلے یہودی بن گئے سن۔ جہڑے نہ تے پیدائشی یہودی سن تے نہ نسل اسرائیل نال اوہناں دا کوئی تعلق سی۔ بلکہ اک مدت تک بنی اسرائیل دے پڑوس تے ہمسائیگی دے وچ رہن اور اوہناں نال ہر قسم دے میل جول دی وجہ نال اوہ قبیلے وی اپنے آپ نوں یہودی کہلان لگ پئے۔ یہودی خود چونکہ اپنے مذہب دی اصلیت توں بالکل ناواقف تے بے نیاز ہو چکے سن ایس واسطے اوہ خود ساختہ تے نویں یہودی مذہب توں بالکل ہی ناواقف تے نابلد سن۔ لہٰذا اسرائیلی یہودیت دے دعویدار اپنی کتاب تورات تے اپنے پیغمبر دے نال محبت دے دعوے تے ضرور کردے سن لیکن علماً، عملاً، قولاً، فعلاً اوہ سابق یہودیاں نال دور دا تعلق وی نہیں رکھدے سن۔

اَلنَّصٰرٰی :- نصاریٰ جمع اے نصرانی دی۔ ملک شام جنہوں ہن سیریا تے فلسطین کہیا جاندا اے اوہدے وچ اک قصبہ ناصرہ اے۔ نصاریٰ دی نسبت ایسے قصبہ ناصرہ دی طرف اے۔ حضرت مسیح علیہ السلام ایسے قصبے ناصرہ دے وچ پیدا ہوئے۔ حضرت عیسیٰ بنی اسرائیل دی طرف اوہناں دے آخری نبی دے طور تے مبعوث ہوئے لیکن بدقسمتی نال یہودیاں نے اوہناں نوں نبی منن توں اُلٹا ای انکار کر دتا اور اوہناں دی شان وچ نازیبا کلمے استعمال کرن لگ پئے۔ ایس اثنا وچ اپنے قصبے ناصرہ وچ حضرت مسیح نے کجھ دھوبیاں نوں کپڑے دھوندیاں ویکھیا تے اوہناں نوں پچھیا تسی کیہہ کردے پئے او؟ اوہناں نے کہیا اسی لوکاں دے کپڑے دھو کے اپنا پیٹ پالنے آں۔ حضرت مسیح نے اوہناں نوں فرمایا کہ میں تہانوں لوکاں دے دل دھونے نہ سکھا دیاں؟ ...

... قدرتِ کاملہ کا مظہر
اتم ... وہ بنجر زمین میں گلاب
اُگا دیتا اور گلاب کے جھکتے ہوئے
پھولوں کے ساتھ خار پیدا کر دیتا ہے۔
فتبارک اللہ احسن الخالقین۔
... جبکہ قرآنِ عزیز نے یہ تصریح کی

(باقی آئندہ)

گم کردہ راہ بھیڑاں نوں راہِ راست سجھانا تے رومیاں، کنعانیاں، یونانیاں نوں کجھ نہ کہنا، لیکن ہویا اوہو اِی جو کجھ عرصہ پہلے حضرت مسیحؑ نال بیتی سی یعنی ایس دعوت دا فیر دوبارہ شدّت نال انکار کر دِتّا۔ اور حضرت مسیح نوں (معاذ اللہ) شعبدہ باز، جادوگر، مجنون وغیرہ وغیرہ کہنا شروع کر دِتّا۔ نتیجتہً جدوں اسرائیلیاں نے پیغامِ نبوّت نوں نظر انداز کر دِتّا۔ تے اوہناں مسیحؑ دیاں حواریاں تے مبلّغاں نے جہڑا نیک نفس آدمی لبھیا اوہنوں ہدایت دا پیغام دینا شروع کر دِتّا۔ تے ایسراں اِک نواں مسیحی مذہب بن گیا۔

اَلصّٰبِئِیْنَ:۔ صابئین جمع اے صابی دی۔ صابی دے لفظی معنی نیں اپنے دین نوں چھڈ کے دوسرے دے دین دی طرف مائل ہو جانا۔ اکثر علماء نے ایہناں نوں اہلِ کتاب دی طراں قبلے دا قائل تے مُوَحّد تسلیم کیتا اے۔ ایہہ لوگ اپنے آپ نوں نصاریٰ یحییٰ کہلاندے نیں لیکن امام ولی اللہ دہلوی دا فرمانا ایہہ وے کہ حضرت ابراہیمؑ توں پہلے مظاہر پرستی دے دَور نوں صابئیت دا دَور قرار دِتّا جاندا اے اور ابراہیم حنیف توں لے کے دَورِ حنیفیّت شروع ہوندا اے۔

اَلطُّوْرَ:۔ طوُر ہر دشت و جبل نوں کہیا جاندا اے اور جزیرہ نما سینا دے مخصوص تے معیّن پہاڑ دا ناں وِی اے۔ جدید جغرافیہ نویساں دی تحقیق ایہہ وے کہ طوُر دا اطلاق جزیرہ نما سینا دے بہت سارے پہاڑاں تے ہوندا اے لیکن حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل دے سلسلے وِچ جبل طوُر توں مراد صرف جبل سینا اِی لِتّی جاندی اے مگر خود جبل سینا دِی اِکّو چوٹی نہیں، کئی چوٹیاں نیں، اوہناں وِچّوں اِی کسے اِک چوٹی نوں طوُر کہیا جاندا اے۔

اللہ ... نفسہ کینئ

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہ ... وَسَلَّمَ ثُمَّ قُمْنَا اِلَی الصَّلٰوۃِ قِیْلَ : کَمْ کَانَ بَیْنَہُمَا ؟ قَالَ : خَمْسُوْنَ اٰیَۃً ، مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم

مذہب اسلا[م] ...ین اور دنیا دی کامیابی تے سرخروئی دا آخری ذریعہ اے۔ اور قرآن حکیم آخری قانون دے طَور تے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دے زندہ معجزے دی حیثیت نال اَج وی جُوں دا توُں محفوظ و موجود اے۔ اور اپنیاں اور بیگانیاں کولوں اپنی عظمت دا لوہا منوا رہیا اے۔ اسلام نام اے عقائد و اعمال دا۔ عقائد وِچ ایمانیات نوُں اوّلیّت حاصل اے یعنی قرآن نے جس طراں کئی جگہ تے تشریح کیتی اے کہ اللہ دی وحدانیّت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دی رسالت، اور قیامت، اللہ دے کلُ پیغمبراں تے نبیاں، کلُ فرشتیاں تے کلُ آسمانی کتاباں تے ایمان لیانا اک مسلمان واسطے ضروری اے۔ اگر ایہناں وِچّوں کسے اِک تے وِی اوہدا ایمان ڈانواں ڈول ہو جائے تے اوہ مومن تے مسلمان کدی نہیں رہ سکدا — ایس دے برخلاف یہود و نصاریٰ تے دوسریاں مذہباں دے پیروکار اپنے پیغمبر نوُں (جو وی اوہنوں ہٹن) اور باقی سارے نبیاں، اوہناں دیاں کتاباں اور دوسری ایمانیات دا اگر انکار کر دین تے اوہ اپنے خیال وِچ اپنے آپ نوُں حق تے سمجھدے نیں۔ اور اپنے آپ نوُں نجات دا حق دار قرار دیندے نیں۔

انسانی زندگی دے دو پہلو نیں۔ اک عقائد دا تے دوجا اعمال دا۔ یعنی پہلے دل وِچ آرزواں، امیّداں، احساسات، خیالات وغیرہ پیدا ہوندے نیں۔ اوس دے بعد انسان ارادیاں تے خیالات دی عملی تشکیل شروع کردا اے۔ جس طراں اسی پہلاں خدا دی توحید دا اقرار کرنے آں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نوں اللہ دا محبوب تے اپنا پیشوا، ہادی تے مقتدار منّتے آں، فیر اللہ نوں عبادت یعنی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ نال راضی کرن دِی کوشش کرنے آں۔ ایہدے نتیجے وِچ دنیا وِچ وی اللہ تعالیٰ اپنے وعدے دے مطابق کامیابی تے ترقی ... فرماندے نیں۔ تے جد ارشاد

و... دلت کو شعار بتطایق، دنیا دے وِچ السّحر ... کی یاد سے خالی نہ جا۔ سچّا حضرت ... ازیں مجالس ذکر میں اللہ عنہ سے ... دہ شریک ہوں، اور

خوبی تے اوہدی اصل تعلیم اے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دے مبارک زمانے وِچ اکثر مذہباں وِچ ایہو جہے لوگ موجود سَن جہڑے اپنے پہلے دِین تے قائم سَن مگر کسے وجہ نال اسلام قبول نہ کر سکے، ہُن اوہناں دے بارے وِچ سوال پیدا ہوندا اے کہ آیا اوہ قیامت وِچ پکڑے جان گے یا نہیں؟

مفسّر ابن جریر نے مجاہد دی روایت نال نقل کیتا اے کہ حضرت سلمان فارسی نے حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کولوں دریافت کیتا کہ اوہناں نصاریٰ دا کیہہ حال ہووے گا جنہاں نوُں مَیں نہایت زاہدانہ اور عابدانہ زندگی بسر کردیاں ویکھیا اے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب وِچ فرمایا کہ اوہناں دی موت کفر تے واقع ہوئی اے — حضرت سلمان دا بیان اے کہ ایہہ گل سُندیاں ای میرے تے دنیا انھیر ہو گئی مَیں حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) دے اَگے اوہناں دی نیک نامی تے اوہناں دے ورع اور تقوٰے دا ذکر کیتا تے اوسے ویلے ایہہ آیت نازل ہوئی اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ ھَادُوْا وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِئِیْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ ج وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ○ تے حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مسلماناں نوں بُلا کے فرمایا کہ تہاڈے دوستاں دے حق وِچ ایہہ آیت نازل ہوئی اے۔ فیر آپؐ نے فرمایا۔ جہڑا شخص دینِ عیسیٰؑ تے مر گیا اور میری اطلاع اوہنوں نہیں ملی اوہ حالتِ اسلام تے مریا اے تے جنہوں میری اطلاع مل گئی اور اوہ فیر وی ایمان نہ لیایا اوہ ہلاک ہو گیا۔

حضرت سلمان فارسی دا واقعہ بڑا عجیب اے۔ ایہناں دا اصل وطن اصفہان سی۔ ایہناں دے ماں باپ آتش پرست سَن۔ آتش کدے دی حفاظت ایہناں دے ذمّے دے رکھی سی۔ اک واری ایہناں نوں گھروں باہر نکلن دا موقع مل گیا۔ اک تھاں عیسائیاں دا گرجا سی۔ اوتھے عیسائی اپنی نماز پڑھ رہے سَن۔ حضرت سلمان نوُں خیال آیا کہ عبادت دا ایہہ طریقہ ساڈے

مذہب کولوں چنگا اے۔ اوہناں نوں عیسائیاں کولوں معلوم ہویا کہ ملک شام وِچ عیسائیاں دا وڈا پیشوا رہندا اے۔

ایہناں دے باپ نوں جدوں پتہ لگّا کہ ساڈا منڈا عیسائی مذہب نوں چنگا سمجھن لگ پیا اے تے اوس نے حضرت سلمان دے پیراں وِچ بیڑیاں پا دِتّیاں۔ ایہہ کسے نہ کسے طراں قید وِچّوں نکل کے ملک شام جا پہنچے۔ تے وڈّے پادری نوں مل کے عیسائی ہو گئے۔ گرجے دا اوہ پادری کوئی چنگا آدمی نہیں سی۔ جدوں اوہ مر گیا تے اوہدے پچھّوں اِک ہور پادری بنیا۔ اوہ واقعی اللہ دا نیک بندہ سی۔ جدوں اوہدی موت دا ویلا قریب آیا تے حضرت سلمان نے اوہدے کولوں پچھیا ہن میرے لئی کیہہ حکم اے؟ پادری آکھن لگّا سچّے عیسائی تے سارے مر کھپ گئے نیں ہاں موصل وِچ اک اللہ دا سچّا بندہ موجود اے۔

حضرت سلمان موصل پہنچے تے اوس پادری نوں ملے۔ اوہ وی واقعی بزرگ آدمی سی۔ کجھ عرصے توں بعد اوہدا وی آخری ویلا آ گیا تے اوس نے حضرت سلمان نوں آکھیا تسی ہُن نصیبن نامی قصبے وِچ چلے جایا جے اوتھے اک اللہ دا بندہ ملے گا۔

حضرت سلمان نصیبن پہنچے اوہ پادری وی بڑا عابد زاہد سی اوہدا آخری وقت آیا تے اوس نے وی حضرت سلمان نوں وصیّت کیتی کہ ہُن تسی عموریہ بستی وِچ ٹُر جایا جے۔ قدرت خدا دی اوہ عموریہ والا پادری وی مرن دے قریب ہو گیا۔ حضرت سلمان نے اوہدے کولوں پچھّیا ہُن مَیں کِس جگہ جاواں؟ اوس پادری نے آکھیا "بیٹا! ہُن ایہو جیا کوئی دی نہیں جِدھے وَل جان دا مشورہ مَیں تینوں دیاں، ہاں اوہ نبی ہُن چھیتی ای ظاہر ہون والا اے جو عرب دے ریگستان وِچوں ابراہیم علیہ السلام دے دین نوں فیر زندہ کرے گا تے کھجوراں والے شہر وِچ ہجرت کرے گا اوہدیاں خاص نشانیاں ایہہ نیں کہ اوہ صدقے نوں اپنے لئی حرام جانے گا پَر ہدیہ قبول کرے گا تے اوہدے دوہاں موہڈیاں دے وِچکار نبوّت دی مُہر ہووے گی۔

حضرت سلمان اک قافلے دے نال عرب چل پئے۔ قا[illegible] ایاں ایہناں نال دھوکا کیتا تے مدینہ شریف دے قریب پہنچ کے اک یہودی دے ہتھ ایہناں نوں غلام بنا کے ویچ چھڈیا۔ حضرت سلمان نے اوتھے کھجوراں دے رُکھ ڈِٹھے تے دل وِچ خوش ہون لگ پئے کہ ہن اوہ نبی جلدی مینوں مل پئے گا۔

غرض ایہہ حق دے متلاشی حضرت سلمان اُڈیکدے رہے۔ جدوں پتہ لگّا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) مکّیوں ہجرت کر کے مدینے آ گئے نیں تے ایہہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) دی خدمت وِچ حاضر ہوئے۔ آزمان واسطے کجھ صدقہ پیش کیتا، حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صدقہ قبول نہ فرمایا۔ فیر حضرت سلمان نے کجھ ہدیہ پیش کیتا تے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قبول فرما لیا اک دن کسے دے جنازے نال حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) قبرستان گئے تے حضرت سلمان حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) دی پشت مبارک وَل بڑے غور نال ویکھدے سَن۔ حضور پُر نور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی کنڈ توں چادر چُک دِتّی تے مہرِ نبوّت صاف نظر آ گئی۔ حضرت سلمان نے مہرِ نبوّت ویکھدے ای فوراً کلمہ پڑھ لیا تے مسلمان ہو گئے۔ فیر اپنی دُکھ بھری کہانی حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نوں سنائی۔ حضرت سلمان دا یہودی مالک اوہناں دی جند نہیں چھڈدا سی۔ حضورؐ نے فرمایا اوس کولوں پچھ کس شرط تے آزاد کریں گا۔ اوس ظالم نے آکھیا مینوں چالی اوقیہ سونا لیا کے دے، نال تِن سَو کھجور دے درخت لگا، جدوں اوہ درخت پھل لَے آن گے تے مَیں تینوں آزاد کر دیاں گا۔ قدرت رب دی حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نوں اوسے ویلے کدھروں سونے دی اک ڈلی ہدیے دے طور تے آئی حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اوہو ڈلی حضرت سلمان وَل سُٹ دِتّی کہ جا جا کے یہودی نوں دے دے۔ فیر حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا، کھجور دیاں تِن سَو قلماں [illegible] کو حضور [illegible] کرنا چاہئے کہ آج سے

قا[illegible] سال قبل ایک قوم نے خدا

[illegible]

لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم دا معجزہ دنیا نے ویکھیا۔ اللہ دی قدرت نال اوہ درخت اوسے سال پھل پَے تے حضرت سلمان یہودی دی غلامی توں آزاد ہو گئے۔

ایس شانِ نزول نے دسّیا اے کہ ایس آیت دا تعلّق اوہناں لوکاں نال اے جہڑے آپؐ دے مبارک زمانے وِچ موجود سَن اور حق و صداقت نوں ہتھوں نہیں چھڈّیا سی۔ قرآن حکیم دیاں دُوجیاں آیتاں وی ایسے مطلب دی تائید کر دیاں نیں۔

وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰی ؕ ذٰلِکَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّیْسِیْنَ وَرُهْبَانًا وَّ اَنَّهُمْ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ ۝ وَ اِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَی الرَّسُوْلِ تَرٰٓی اَعْیُنَهُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاکْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِیْنَ ۝ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَ نَطْمَعُ اَنْ یُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِیْنَ ۝ (المائدہ۔ ۸۲ تا ۸۴)

ترجمہ: اَتے مسلماناں لئی تبلیغ و دعوت دے اعتبار نال سب لوکاں وِچّوں تسی قریب تر اوہنوں پاؤ گے جہڑے اپنے آپ نوں نصارٰی کہندے نیں۔ ایہہ ایس واسطے کہ اوہناں وِچ علماء تے مشائخ نیں تے نیز ایہہ کہ ایہہ لوک تکبّر نہیں کردے۔ تے جدوں قرآن سُندے نیں جہڑا حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم تے نازل ہویا، تے تسی ویکھو گے کہ اوہناں دیاں اکھاں وِچّوں آنسو جاری ہو جاندے نیں۔ ایہہ ایس واسطے کہ اوہناں نے حق نوں پہچان لیا اے اور کہندے نیں اے ساڈے پروردگار! اسی ایس تے ایمان لَے آئے آں تے توں تصدیق کرن والیاں لوکاں دے نال سانوں وی لِکھ لَے اور سانوں کیہہ ہو گیا اے کہ اَسی اللہ تعالیٰ اوز جیڑی گل [illegible]

[illegible] کا مظہر

[illegible] وہ بنجر زمین میں گلاب اُگا دیتا اور گلاب کے مہکتے ہوئے پھولوں کے ساتھ خار پیدا کر دیتا ہے۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین۔

[illegible] جبکہ قرآنِ عزیز نے یہ تصریح کی

(باقی آئندہ)

قاری فیوض الرحمٰن ایم ۔ اے ۔ پرنسپل اشاعت اسلام کالج ۔ حویلیاں ۔ ہزارہ

(گذشتہ سے پیوستہ)

اعتکاف

اعتکاف، رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں سنتِ موکدہ علی الکفایہ ہے ۔ اعتکاف کی بڑی فضیلتیں ہیں ۔ مسنون طریقہ یہ ہے کہ بیس تاریخ رمضان المبارک کی شام کو اعتکاف کی نیت سے مسجد میں داخل ہو جانا چاہیئے اور عید کے چاند کے دکھائی دینے تک ٹھہرے، وضو اور قضائے حاجت کے لئے مسجد سے باہر نکلنے کی اجازت ہے مگر ضرورت سے زیادہ ٹھہرنا اعتکاف کو توڑ دیتا ہے ۔ اعتکاف کی حالت میں بیہودہ باتوں نیز مسلسل سکوت سے احتراز کرنا چاہیئے کہ ان سے اعتکاف مکروہ ہو جاتا ہے بلکہ تلاوت اور درود شریف، درس و تدریس، وعظ و نصیحت اور ذکر و اذکار میں مشغول رہنا چاہیئے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے ۔

لیلۃ القدر

رمضان المبارک کی راتوں میں ایک رات شبِ قدر کہلاتی ہے، جس کا درجہ ہزار مہینوں سے افضل ہے ۔ اس رات میں حضرت جبرئیل علیہ السلام آسمان سے اترتے ہیں اور ان کے ساتھ مقرب فرشتوں کی ایک جماعت ہوتی ہے وہ عبادت کرنے والوں کے لئے رات بھر دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں اور مسلمانوں کے گناہ معاف ہوتے ہیں ۔

اس رات میں یہ دعا مانگے: اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ اے اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا تو ہی ہے، معاف کرنا تجھے پسند ہے، پس تو مجھے معاف کر دے ۔ رمضان المبارک کے اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں اس کا احتمال زیادہ ہے ۔ خصوصاً ستائیسویں رات کو ۔ ("اسلامی تعلیمات" از اللہ ... صاحب مدظلہ العالی)

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہ وَسَلَّمَ ثُمَّ قُمْنَا اِلَی الصَّلٰوۃِ قِیْلَ: کَمْ کَانَ بَیْنَہُمَا؟ قَالَ: خَمْسُوْنَ اٰیَۃً، مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم

ہیں ادا کی جائے دوسرے دنوں کے فرضوں کے ادا کرنے کے برابر ہے اور اس مہینے کے فرضوں کا ادا کرنا دوسرے مہینوں کے ستر فرضوں کے ادا کرنے کے برابر ہے ۔ اگر کسی شخص کو اس مہینے میں خیرات اور اعمال صالحہ کی توفیق حاصل ہو جائے تو تمام سال تک توفیق اس کے شاملِ حال رہتی ہے ۔ اور اگر یہ مہینہ پراگندگی سے گذرا تو تمام سال ہی پراگندہ گذرتا ہے ۔ جہاں تک ہو سکے اس مہینے کی جمعیت میں کوشش کرنی چاہیئے اور اس مہینے کو غنیمت جاننا چاہیئے ۔

(حضرت مجدد الف ثانیؒ م ۱۰۳۴ھ)

ماہِ رمضان المبارک میں نسبتِ باطنی میں بہت کچھ ترقی ہوتی ہے ۔ ان ایام (رمضان) کی جمعیت اور حضور سارے سال کا ذخیرہ ہوتا ہے اور یہ مجرب ہے کہ اگر اس مہینے میں کسی قسم کا قصور یا فتور ہو جائے تو سارا سال اس کا اثر باقی رہتا ہے ۔ استاد صاحب کی زبانی میں نے سنا ہے کہ اگر اس مہینے کو جمعیت اور طاعت سے گذارا جائے تو سارا سال نیک توفیق اور جمعیت محفوظ رہتی ہے ۔

(حضرت مرزا جان جاناںؒ م (۱۱۱۱ھ))

اس ماہ کا ایک خاص وظیفہ

تلاوتِ قرآن اور اس کی فضیلت :۔

اے عزیز! جان کہ قرآن پاک کا پڑھنا سب عبادتوں سے افضل ہے ۔ اور خاص کر نماز میں کھڑے ہو کر پڑھنا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ میری امت کی فاضل ترین عبادت قرآنِ کریم کا پڑھنا ہے ۔ اور فرمایا کہ قیامت کے دن قرآن حکیم سے زیادہ کوئی چیز شفیع نہ ہو گی ۔

(حضرت امام غزالیؒ م ۵۰۵)

قرآنِ مجید کی تلاوت سے باطن کی صفائی ... ہوتی ہے اور قلبی قبض رفع ہو جاتا ہے، ... تلاوت کو ... سے ادا ... کی یاد سے خالی نہ جا ... ازیں مجالس ذکر ... دہ شریک ہوں اور

السَّحَرِ حضرت ... اللہ عنہ سے

کی تلاوت سے حاصل ہوتی ہے ۔

(حضرت خواجہ فرید گنج شکرؒ م ۶۵۹ھ)

انسان کو قرآن شریف کی تلاوت میں مشغول رہنا چاہیئے اس واسطے کہ عاشق و معشوق میں باہمی الفت گفتگو سے بڑھتی ہے ۔ پس راہِ سلوک میں اس سے بڑھ کر اور کوئی بات نہیں، کیونکہ اہلِ سلوک کے قول کے مطابق اس مشاہدے کا سا اور کوئی مشاہدہ نہیں ۔

(حضرت بابا فرید گنج شکرؒ)

حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے حق سبحانہٗ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا ۔ عرض کیا، اے اللہ! وہ کون سا عمل ہے جو آپ سے زیادہ قریب کر دے، ارشاد ہوا وہ عمل تلاوتِ قرآن ہے ۔ آپ نے عرض کیا کہ سمجھ کر یا بلا سمجھے، ارشاد ہوا "بِفَہْمٍ اَوْ بِلَا فَہْمٍ" سمجھ کر یا بدون سمجھے ۔ (حضرت شیخ تھانویؒ)

قرآنِ پاک روزانہ تم لوگ تلاوت کرو ۔ اسی کی تلاوت سے ہم کو ایسی ترقی حاصل ہوئی ہے ۔

(حضرت علامہ عبد الاوّلؒ م ۱۳۲۹ھ)

اللہ تعالیٰ سے التجا ہے کہ وہ ہمیں رمضان المبارک کی برکات سے مالا مال فرمائے ہر قسم کے گناہوں اور لغزشوں سے بچائے اور اپنی حفاظت میں رکھے ۔ اس مقدس ماہ کی مقدس ساعتوں میں ہمیں زیادہ سے زیادہ عبادت کرنے کی توفیق بخشے ۔ آمین ثم آمین ۔

ماہِ مبارک

حبیب الرحمٰن اشرف جامعہ مدنیہ لاہور

مبارک ماہ پھر آیا وفادارو مبارک ہو
خطاکارو! مبارک ہو، گنہگارو! مبارک ہو

برستی ہے گھٹا رحمت کی اس ماہِ مبارک میں
یہ رحمت، رحمتِ حق کے طلبگارو مبارک ہو

یہ رمضاں ہے بہت ملتا ہے اسمیں اجر نیکی کا
بڑھاؤ نیکیاں اپنی فداکارو! مبارک ہو

کرو توبہ گناہوں سے غنیمت جان لو اس کو
یہ بخشش کا مہینہ ہے خطاکارو! مبارک ہو

★

مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کا واہ کینٹ میں

درسِ قرآن

منعقدہ ۲۶ فروری ۱۹۶۷ء

مرتبہ محمد عثمان غنی بی۔اے

(۵)

تو ذکرِ الٰہی میرے بزرگو! صرف ذکرِ الٰہی سارے گناہوں کا علاج، ساری بیماریوں کا علاج، ساری پریشانیوں کا علاج، ہماری غلطیوں کا علاج کیا ہے؟ ذکرِ الٰہی — آج اگر ہم اللہ کا ذکر کریں اس حیثیت کے ساتھ کہ اللہ کی عظمت ہمارے سامنے ہو، تو میرے بزرگو! پھر گناہ ہو ہی نہیں سکتا۔ میرا دکاندار بھائی یہ سوچے جب ترازو ہاتھ میں لے کہ میں اُس اللہ کا دیا ہوا تول رہا ہوں جس اللہ نے مجھے دکاندار بنایا، جس نے مجھے مال دیا، دولت دی، میرے ہاتھ میں ترازو دیا۔ اور اگر اُس کے سامنے قرآن کی پھر یہ آیت بھی ہو۔ وَ اَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِیْزَانَ ○ تو بھائی پھر تم ہی بتاؤ وہ کم تول سکتا ہے؟ وہ کم ناپ سکتا ہے؟ کسی صاحبِ قلم کے ہاتھ میں قلم ہو، اور وہ یہ سوچے کہ یہ میری قلم میرے لئے گواہ ہو گی نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ ○ یہ قلم تو بہت اونچی چیز ہے۔ اس قلم نے خدا کے سامنے سرنگوں ہو کر لکھنا شروع کیا ہے۔ یعنی میں دیکھتا ہوں یہ جب سرنگوں ہو کر لکھتی ہے تو مجھے بھی خدا کے سامنے سرنگوں ہونا چاہیے اور مجھے اس وقت کو یاد کرنا چاہیے کہ یہ میری قلم میرے متعلق شہادت دے گی، مجھے خدا کا خوف رہنا چاہیے تو بھائی پھر قلم سے غلط بات نکل سکتی ہے؟ دنیا میں جتنے ہمارے کام ہیں، ہمارے چلنے کے، پھرنے کے، بیٹھنے کے، اُٹھنے کے، ان سب کاموں کے لئے سب سے بڑا ہادی، سب سے بڑا رہنما اللہ کا ذکر ہے اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ۔ جب اللہ کا ذکر آ جائے وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ۔ دل دہل جاتیں، دل ڈر جائیں یہ مومن کی پہلی نشانی ہے۔

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا پہلی امتوں میں تین شخص گذرے ہیں، کسی نبی کے حواری تھے۔ ان کا ذکر امام الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے بخاری شریف میں موجود ہے۔ آج یہ بھی مسئلہ ہے ناکہ ہماری دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ بھائی! پہلے تو یہ سوچا جائے کہ ہماری دعائیں قبول کیسے ہوں۔ واقعی ہم دعا کرتے ہیں اللہ سے، مانگتے ہیں، ہمیں طریقہ آتا ہے اللہ سے مانگنے کا؟ — کہاں مانگنے کا طریقہ آتا ہے؟ اگر ہمارے پاس اللہ سے مانگنے کا طریقہ ہو تو پھر ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ ہماری دعائیں قبول فرمائیں۔ اللہ تعالےٰ خود فرماتے ہیں قَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ۔ مجھ سے مانگو، میں تمہاری پکار کو سنوں گا۔ تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا۔ تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی قبولیت کے سلسلے میں ایک واقعہ ارشاد فرمایا۔ بخاری میں موجود ہے۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اس واقعہ کے خود مصدّق ہیں۔ امام الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں کہ پہلی امتوں میں سے کسی امت کے تین افراد سفر کے لئے گئے (میں خوفِ الٰہی پر بات کر رہا ہوں) وہ پہاڑی راستہ تھا۔ جب پہاڑی راستے پر چلے وہ، بارش آئی، سخت بارش نے آ گھیرا تو وہ پناہ لینے کے لئے پہاڑی راستے پر ایک غار میں جا کر وہ پناہ گزین ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک بہت بڑی چٹان [illegible] اور اس [illegible] گئی [illegible]

[illegible] تو اس نہ کرنا چاہئے کہ آج سے [illegible] سال قبل ایک قوم نے خدا [illegible]

اب تینوں نے کہا کہ اب تو ہے ہی کوئی نہیں سوائے اللہ کے (ویسے بھی اللہ کے سوا کون ہے؟ یہ تو ہم کسی کسی وقت نشے میں آ جاتے ہیں تو کہتے ہیں اَنَا وَلَا غَیْرِیْ میں ہی ہوں، اور کوئی نہیں ہے۔ حالانکہ یہ بات غلط ہے۔ اَنَا کہاں ہے؟ اَنَا وَنَا کچھ بھی نہیں ہے، یہ تو اللہ ہی ہے۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اللہ تو واحد لاشریک ہے۔ بندہ کیا ہے؟ بندے میں کچھ نہیں ہے جو چاہے وہ کرے۔ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ ○ جو اللہ چاہے وہی ہوتا ہے۔ اللہ کی مرضی کے سوا کچھ بھی نہیں ہو سکتا [illegible] ہے! انسان کے ارادے کیا ہیں؟ اللہ تعالےٰ چاہیں تو ارادوں کی تکمیل کریں مگر مصیبت کے وقت جو اللہ کو یاد کرے وہ انسان بھی خوش نصیب ہے کہ مصیبت کے وقت بھی اللہ کو یاد کرلے — اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَیَکْشِفُ السُّوْٓءَ۔ تمہاری پریشانیوں کے وقت تمہاری پکاروں کو سننے والا اور تمہاری تکلیفوں کو دور کرنے والا اللہ کے بغیر کوئی اور ہے؟)

تو اُن تینوں نے کہا کہ چلو بھائی اب اللہ ہی سے دعا مانگنی ہے، اس مصیبت کے وقت کون ہماری امداد کو پہنچ سکتا ہے؟ تینوں نے اللہ تعالےٰ سے دعا مانگنی شروع کی۔ مگر دعا کس طرح مانگی؟ اللہ تعالےٰ سے اپنا تعارف کرایا۔ (تعارف تو پہلے بھی تھا) یعنی یہ بتایا کہ اے اللہ! میں نے کبھی کبھی تیرا حکم مانا بھی ہے۔ میں باغی اور سرکش نہیں ہوں (پورا سرکش نہیں ہوں) میں نے یا اللہ! کبھی کبھی تیری بات مانی بھی ہے — اُن میں سے ایک انسان نے اپنے ماں باپ کی خدمت کا قصہ بیان کیا۔ (خلاصہ عرض کر رہا ہوں) کہ اے اللہ! میں تیرے حکم کے ماتحت [illegible]

[illegible] قدرتِ کاملہ کا مظہر [illegible] وہ بنجر زمین میں گلاب اُگا دیتا اور گلاب کے جھکتے ہوئے پھولوں کے ساتھ خار پیدا کر دیتا ہے۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین۔

[illegible] جبکہ قرآنِ عزیز نے یہ تصریح کی

(باقی آئندہ)

پہلے میرے ماں باپ سو چکے تھے اور مَیں ساری رات یا اللہ اُن کے سرہانے پیالہ دودھ کا بھرا ہُوا لے کر کھڑا رہا کہ جس وقت میرے والدین جاگیں گے، مَیں پلاؤں گا — یہاں تک کہ سورج نکل آیا۔ اللہ! تُو جانتا ہے کہ مَیں نے تیرے حکم کے امتثال میں اپنے ماں باپ کو خوش کرنے کے لئے یہ ساری رات کا جو جاگنا تھا اس کو برداشت کیا اپنے بچوں کو بھوکا سُلا دیا۔ اللہ! مَیں اس پریشانی میں پھنسا ہوں اگر میری یہ عبادت تیرے حضور میں قابلِ قبول ہو چکی ہے، اللہ! اس پتھر کو ذرا [illegible] نکل سکیں۔ امام الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کے حکم سے وہ پتھر سرک گیا۔ کچھ تھوڑی سی روشنی آ گئی، تھوڑا سا راستہ بن گیا۔

اب یہاں یہ جی کیسے ہو سکتا ہے؟

بھائی! پتھر لانے والا کون تھا؟ پتھر کی جو چٹان تھی وہ غار کے منہ پر مَیں نے لگائی؟ آپ نے لگائی؟ کس نے لگائی؟ چٹان کو بھیجنے والا بھی اللہ تعالےٰ، ہٹانے والا بھی اللہ تعالیٰ۔ اس میں کون سا استبعاد ہے؟

دوسرے سے کہا تم بھی دعا کرو۔ اُس نے بھی دعا کی اللہ تعالےٰ کے حضور۔ ایک مزدور کا واقعہ تھا۔ کہ یا اللہ! میرے پاس ایک مزدور تھا جب وہ مجھ سے مزدوری لینے لگا تو میرے اُس کے درمیان کچھ بحث ہو گئی۔ وہ چلا گیا۔ کچھ زمانے کے بعد وہ واپس آیا تو مَیں نے اس سے کہا کہ یہ غلّے کے انبار بھی تیرے، یہ ریوڑ بکریوں کا بھی تیرا، یہ بھوسے کے جو بنے ہوئے ہیں خزانے یہ بھی تیرے۔ تُو لے جا۔ اُس نے مجھے کہا کہ تُو میرے ساتھ [illegible] نے کہا۔ نہیں۔

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہ [illegible] وَسَلَّمَ ثُمَّ قُمْنَا اِلَی الصَّلٰوۃِ قِیْلَ: کَمْ کَانَ بَیْنَہُمَا؟ قَالَ: خَمْسُوْنَ اٰیَۃً، مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم

اور اے اللہ! [illegible] نے اُسے ایک بندہ سمجھ کر، تیرا بندہ سمجھ کر مَیں نے اُس کے حق کو ضائع نہیں کیا۔ اللہ! تُو مجھ پر مہربانی فرما اور اس پریشانی کو دُور کر دے۔ امام الانبیاء فرماتے ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) کہ پتھر اور سرک گیا۔

اب ان دونوں چیزوں میں خدا کا خوف ضرور ہے (اِذَا ذُکِرَ اللّٰہ پہ بات مَیں عرض کر رہا ہوں) جب اللہ کا نام آئے تو کیسے ڈرا جائے؟

تیسرا کہتا ہے کہ اچھا بھائی! میری بات بھی سنو۔ تیسرے نے خدا کے حضور دعا کی کہ اے ربّ العالمین! تُو جانتا ہے مَیں اپنے خاندان کی ایک لڑکی پر عاشق ہو گیا تھا مَیں نے اپنا مال اور دولت لُٹایا، آخر جب وہ میرے قابو میں آ گئی، مَیں جو چاہتا کر سکتا تھا لیکن جب مَیں نے اپنے بُرے ارادوں کو ظاہر کیا تو اُس لڑکی نے یہ کہا۔ اِتَّقِ اللّٰہَ۔ تُو خدا سے ڈر۔ اے اللہ! اُس کا یہ اِتَّقِ اللّٰہَ کہنا تھا کہ مَیں ہٹ گیا اور مَیں نے اپنے سارے فعلوں سے توبہ کی۔ میری جتنی دولت خرچ ہو چکی تھی اُس پر بھی مَیں نادم ہُوا۔ اللہ! مَیں نے تیرے خوف کی وجہ سے قابو پا لینے کے بعد اُس فعلِ شنیع سے اعراض کیا۔ اگر تیرے حضور میں میرا یہ عمل قبول ہے یا اللہ! تو اس پتھر کو ذرا سرکا دے۔ امام الانبیاء فرماتے ہیں (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) کہ وہ پتھر پورا ہٹ گیا اور وہ تینوں کے تینوں اُس غار سے سلامتی کے ساتھ نکل گئے۔ (باقی آئندہ)

بقیہ: ہدایت دی راہ

نَوْقَکُمُ الطُّوْرَ، خُذُوْا مَآ اٰتَیْنٰکُمْ بِقُوَّۃٍ وَّاذْکُرُوْا مَا فِیْہِ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ ثُمَّ تَوَلَّیْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِکَ، فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُہٗ لَکُنْتُمْ مِّنَ [illegible]

السِّحْرِ [illegible] کی یاد سے خالی نہ [illegible] ازیں مجالس ذکر [illegible] حضرت [illegible] وہ شریک ہوں اور [illegible] اللہ عنہ سے

دے دامن وِچ کھلوتے سن اور اپنے سامنے پہاڑ نوں ویکھدے پئے سن کہ اوہ اوہناں تے ڈِگن والا اے اور اوہدے ڈِگن نال ایہہ فنا ہو جان گے تے اوہناں دا بی ماریا جائے گا۔ اللہ تعالےٰ اوہناں نوں ایہہ دسنا چاہندے سن کہ جیہڑا قانون تہانوں دِتا گیا اے اوہو ای تہاڈے لئی زندگی بخش اے اگر تسی اوہنوں چھڈ دیو گے تے مٹ جاؤ گے۔ ایس حقیقت نوں ایس مثال نے ہور زیادہ واضح کر دِتا کہ ایہہ پہاڑ تہاڈے سامنے بلند دکھائی دیندا پیا اے۔ جدوں تک ایہہ اپنی جگہ کھلوتا ہویا اے تسی زندہ او۔ اور جس ویلے ایہہ ڈِگا، اوسے ویلے تسی پِس جاؤ گے۔ پس ایسے طراں یقین کرو کہ تورات دی پابندی تہاڈی زندگی اے اور اوس تورات نوں چھڈ کے تسی ذلیل ہو جاؤ گے۔

باوجود ایڈا پکا عہد کرن دے ایہناں لوکاں نے نفرت دا اظہار کیتا تے آکھیا۔ سَمِعْنَا وَعَصَیْنَا (البقرہ ۹۳) اک جگہ ایہناں دا ایہہ قول وی نقل کیتا گیا اے وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ (البقرہ ۸۸) تے کہندے نیں ساڈے دل غلافاں وِچ نیں۔ اسی ایس نبی دی تعلیم نوں قبول نہیں کردے۔ ایس گناہ اور نفرت دا نتیجہ تے ایہو سی کہ تہانوں اوسے ویلے فنا کر دِتا جاندا لیکن چونکہ اوس ویلے کوئی دوجی قوم تبلیغ تے دعوت دا فرض ادا کرن اُتے دنیا وِچ عدل قائم کرن واسطے تیار نہیں سی، ایس واسطے اساں تہاڈے تے اپنا فضل کیتا، تہاڈے اندر برابر نبی بھیجدے رہے جیہڑے تہاڈیاں غلط کاریاں دی اصلاح کر دے تے فیر تہانوں سِدھی راہ تے لے اُوندے نبیاں دے بھیجن نوں ایس آیت وِچ فضل اور رحمت نال تعبیر کیتا گیا اے اور ایس وِچ کوئی شک نہیں جس قوم وِچ نبی نہیں بھیجیا جاندا اے اوس قوم تے اللہ تعالےٰ دا سب توں وڈھا انعام ایہو ای ہوندا اے۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

(بشکریہ ریڈیو پاکستان)

★

فکرِ آخرت

ایم عبدالرحمٰن لودھیانوی شیخوپورہ

عقائد اسلام میں دو باتیں خاص طور پر ضروری ہیں۔ ایک ذات خداوندی پر ایمان لانا، دوسرے آخرت پر یعنی موت کے بعد کی زندگی پر ایمان لانا۔

انسان کی زندگی نقطۂ موت پر ختم نہیں ہو جاتی بلکہ جاری رہتی ہے۔ آپ اس زندگی کو صرف ایک ہی نقطہ سے کامیاب بنا سکتے ہیں یعنی آپ خدا کے احکام کی پوری طرح پیروی کریں کیونکہ ان حکموں میں آپ کے دونوں جہاں کی بھلائی کا خیال رکھا گیا ہے۔ اگر آج آپ خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکموں پر نہیں چلیں گے تو موت کے بعد ہمیشہ نقصان میں رہیں گے اس لئے کہ خدا کا قانون یہ ہے کہ آپ جو بھی عمل اس دنیا میں کرتے ہیں اس کا ایک ذرہ بھی کہیں ضائع نہیں ہوتا اور اس عمل کی ذمہ داری ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آپ پر قائم ہو جاتی ہے۔ یہ دنیا عمل کی زندگی ہے اور موت کے بعد کی زندگی اس دنیا کے عمل کا پھل پانے کی جگہ ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔

(ترجمہ) دنیا آخرت کی کھیتی ہے جو کچھ انسان اس میں بوئے گا وہی آخرت میں کاٹے گا۔

پس جو لوگ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں ان کا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ وہ اپنے عملوں کی ذمہ داری کا خیال کریں اور کوئی ایسا کام نہ کریں جس سے موجودہ دنیا میں بگاڑ اور مشکلات پیدا ہوں اور کل موت کے بعد جب بدلہ پیش کیا جائے تو وہ حیران رہ جائیں۔

قیامت کے دن سب لوگوں کے اعمال کا وزن ہو گا۔ جن کے اعمالِ قلبیہ و اعمالِ جوارح وزنی ہوں گے وہ کامیاب ہوں گے اور جن کا وزن ہلکا ہو گا وہ خسارے میں رہے گا۔ حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ہر شخص کے عمل وزن کے مطابق لکھے جاتے ہیں۔ اگر ایک ہی کام اخلاص و محبت سے شریعت کے مطابق کیا اور برمحل کیا تو اس کا وزن بڑھ جائے گا اور اگر دکھلاوے یا ریس کی نیت سے کیا یا شرعی حکم کے مطابق نہ کیا یا بر وقت نہ کیا تو وزن گھٹ جائے گا۔ (پ۸ سورہ اعراف آیت ۸)

(ترجمہ، اور اس دن تول ٹھیک ہو گی)۔

بہکنے اور دھوکہ کھانے کی اور کوئی وجہ نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ تم انصاف کے دن پر یقین نہیں رکھتے ہو کہ جو چاہیں کرتے رہیں آگے کوئی حساب اور باز پرس نہیں۔ یہاں جو کچھ عمل ہم کرتے ہیں کون ان کو لکھتا اور محفوظ کرتا ہو گا؟ بس مر گئے سب قصہ ختم ہوا۔ اس کام کے لئے کراماً کاتبین فرشتے مقرر ہیں جو نہ خیانت کرتے ہیں نہ کوئی عمل لکھے بغیر چھوڑتے ہیں۔ نہ ان سے تمہارے اعمال پوشیدہ ہیں۔ جب سب عمل ایک ایک کر کے اس اہتمام سے لکھے جاتے ہیں تو کیا یہ سب دفتر یونہی بیکار چھوڑ دیا جائے گا؟ ہرگز نہیں یقیناً ہر شخص کے اعمال اس کے آگے آئیں گے اور اس کا اچھا یا بُرا پھل چکھنا پڑے گا۔

کتنا ہی سوچو اور غور کرو پھر بھی اس ہولناک دن کی پوری کیفیت سمجھ میں نہیں آ سکتی۔ پس مختصراً اتنا سمجھ لو کہ اُس دن جتنے رشتے ناتے خویشی اور آشنائی کے ہیں سب نیست و نابود ہو جائیں گے۔ سب نفسی نفسی پکارتے ہوں گے۔ کوئی شخص مالکُ الملک کے حکم کے بغیر کسی کی سفارش نہ کر سکے گا۔ عاجزی، چاپلوسی اور صبر و استقلال کچھ کام نہ آئے گا۔ دنیا میں جس طرح بادشاہ کا حکم رعایا پر، ماں باپ کا اولاد پر اور آقا کا نوکر پر جاری ہوتا ہے۔ اس دن یہ سب حکم ختم ہو جائیں گے اور اس شہنشاہ مُطلق کے سوا کسی کو دم مارنے کی قدرت نہ ہو گی۔ فقط بلا شرکت غیرے ظاہراً و باطناً اسی کا حکم چلے گا اور سارے کام حِسّاً و معناً اکیلے اُسی کے قبضہ میں ہوں گے۔

اس دن بڑے بڑے امور پیش آئیں گے۔ ایسا خوفناک روز نہ پہلے ہوا نہ آگے کبھی ہو۔ دوسرے اس روز [illegible] کو کوشش نہ کرنا چاہئے کہ آج سے [illegible] سال قبل ایک قوم نے خدا [illegible]

(۴) رپ۳۰ سُورہ عَبَس آیت ۳۴-۳۶)

(ترجمہ) جس دن کہ مرد اپنے بھائی سے، اپنی ماں اور باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹوں سے بھاگ جائے گا۔

یعنی اس وقت ہر ایک کو اپنی فکر پڑی ہو گی۔ احباب و اقارب ایک دوسرے کو نہ پوچھیں گے بلکہ اس خیال سے کہ کوئی میری نیکیوں میں سے نہ مانگنے لگے یا اپنے حقوق کا مطالبہ کرنے لگے۔ ایک دوسرے سے بھاگے گا۔ مومنین کے چہرے نورِ ایمان سے روشن اور انتہائی خوشی سے خنداں و فرحاں ہوں گے۔ اور کافروں کے چہروں پر کفر کی کدورت چھائی ہو گی اور اوپر سے فسق و فجور کی ظلمت اور زیادہ [illegible]

(۵) رپ۲۴ سورہ مومن آیت ۳۹)

(ترجمہ) اے میری قوم! یہ جو دنیا کی زندگی ہے سو کچھ فائدہ اٹھا لینا ہے اور وہ جو پچھلا گھر ہے وہی ہے جم کر رہنے کا گھر۔ مطلب یہ ہے کہ فانی و زائل زندگی اور چند روزہ عیش و بہار میں پڑ کر آخرت کو نہ بھولو۔ دنیا کی زندگی بہرحال بھلی بُری طرح ختم ہونے والی ہے اس کے بعد وہ زندگی شروع ہو گی جس کا کبھی خاتمہ نہیں۔ عاقل کا کام یہ ہے کہ یہاں رہتے ہوئے اس کی درستی کا فکر کرے ورنہ ہمیشہ کی تکلیف میں مبتلا رہنا پڑے گا۔ وہاں ایمان اور عملِ صالحہ درکار ہیں۔ مال و متاع کو کوئی نہیں پوچھتا۔

(۶) رپ۲۱ سُورہ عنکبوت آیت ۶۴)

(ترجمہ) اور یہ دنیا کا جینا تو بس جی بہلانا ہے اور کھیلنا ہے۔ اور پچھلا گھر جو ہے سو وہی ہے زندہ رہنا اگر اُن کو سمجھ ہوتی۔

آدمی کو چاہیئے کہ یہاں کی چند روزہ زندگی سے زیادہ آخرت کی فکر کرے کیونکہ اصلی و دائمی زندگی وُہی ہے۔

(۷) رپ۱۳ سورہ رعد آیت ۲۶۔

(ترجمہ) اور دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلہ میں کچھ نہیں مگر متاع حقیر۔

دنیا کی آخرت کے مقابلہ میں اتنی بھی حقیقت نہیں جیسے ایک شخص اپنی انگلی سے سمندر کو چھوئے تو وہ تری جو انگلی کو پہنچی ہو سمندر کے سامنے [illegible] قدرتِ کاملہ کا مظہر اتم [illegible] وہ بنجر زمین میں گلاب اُگا دیتا اور گلاب کے مہکتے ہوئے پھولوں کے ساتھ خار پیدا کر دیتا ہے۔

فتبارک اللہ احسن الخالقین۔

جبکہ قرآنِ عزیز نے یہ تصریح کی

(باقی آئندہ)

رہنے والا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ بھلائی تمہیں کیسے حاصل ہو ؟ جبکہ آخرت کی فکر ہی نہیں بلکہ دُنیا کی زندگی اور یہاں کے عیش و آرام کو اعتقاداً یا عملاً آخرت پر ترجیح دیتے ہو حالانکہ دُنیا حقیر و فانی اور آخرت اس سے کہیں بہتر اور پائیدار ہے پھر تعجب ہے کہ افضل کو چھوڑ کر مفضول کو اختیار کیا جائے۔

(۹) رپ۷ سورہ انعام آیت ۳۲

(ترجمہ) اور دنیا کی زندگی کھیل اور جی بہلانا ہے اور آخرت کا گھر پرہیزگاروں کے لئے بہتر ہے۔ کیا تم نہیں سمجھتے ؟

کفار کہتے ہیں خوب مزے اڑا لو دنیوی عیش کو خوب [illegible] کرو۔ یہی حال آج کل یورپ کے مادہ پرستوں کا ہے۔ جب حقیقت آنکھوں کے سامنے آ جائے گی اور بعث بعدالموت وغیرہ کے اقرار سے چارہ نہ رہے گا تب کہا جائے گا کہ انکار حقیقت اور "کفر بالمعاد" کا مزہ چکھو۔ انسان کی بڑی بدبختی یہ ہے کہ لقاء اللہ سے انکار کرے اور زندگی کے اس بلند ترین مقصد کو جھوٹ سمجھے یہاں تک کہ جب موت یا قیامت سر پر آ کھڑی ہو تب بے فائدہ کفِ افسوس ملتا رہ جائے کہ ہائے میں نے اپنی دنیوی زندگی میں یا یوم قیامت کے لئے تیاری کرنے میں کیسی ناقابلِ تلافی کوتاہی کی۔ دنیا کے کھیل تماشہ میں غرق ہو کر عاقبت کو بھول نہ بیٹھے۔ بلکہ یہاں رہ کر وہاں کی تیاری اور سفر آخرت کے لئے توشہ درست کرے۔

(۱۰) رپ۲۰ سورہ قصص آیت ۷۷

(ترجمہ) اور جو کچھ اللہ نے تجھ کو دیا ہے اس سے پچھلا گھر کما لے اور دنیا سے اپنا حصہ [illegible] اور بھلائی کر جیسے اللہ نے بھلائی [illegible] ے، اور ملک میں خرابی ڈالنی نہ چاہ۔

(مطلب) اس فانی دولت پر کیا اتراتا [illegible] جس کی وقعت اللہ کے ہاں پشہ کے برابر بھی نہیں۔ خوب سمجھ لے کہ خدا تعالیٰ کو اکڑنے والے اور اترانے والے بندے اچھے نہیں معلوم ہوتے اور جو چیز اس مالک کو نہ بھائے اس کا نتیجہ بجز ہلاکت اور تباہی کے

کو زندگی کہا جا سکتا ہے جو آخرت کی درستی میں خرچ کئے جائیں بقیہ تمام اوقات جو آخرت کی فکر وتیاری سے خالی ہوں ایک عاقبت اندیش کے نزدیک لہو و لعب سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ پرہیزگار اور سمجھدار لوگ جانتے ہیں کہ ان کا اصلی گھر آخرت کا گھر اور ان کی حقیقی زندگی آخرت کی زندگی ہے۔

(۱۱) رپ۲۹ سورہ قیامہ آیت ۲۰، ۲۱

(ترجمہ) کوئی نہیں، پر تم چاہتے ہو جو جلد ملے اور چھوڑتے ہو جو دیر میں آئے

دنیا چونکہ نقد اور جلد ملنے والی چیز ہے اس لئے اسی کو تم چاہتے ہو اور آخرت کو ادھار سمجھ کر چھوڑتے ہو کیونکہ اس کے ملنے میں ابھی دیر ہے۔ انسان کی طبیعت میں جلد بازی داخل ہے۔ نیک لوگ پسندیدہ چیزوں کے حاصل کرنے میں جلدی کرتے ہیں اور بد تمیز آدمی اس چیز کو پسند کرتے ہیں جو جلد ہاتھ آئے خواہ آخر کار اس کا نتیجہ ہلاکت ہی کیوں نہ ہو۔

(۱۲) رپ۲۵ سورہ شوریٰ آیت ۲۰

(ترجمہ) جو کوئی آخرت کی کھیتی چاہتا ہو ہم اس کے واسطے اس کی کھیتی زیادہ کر دیتے ہیں اور جو کوئی دنیا کی کھیتی چاہتا ہو اس کو ہم اس میں سے کچھ دیں گے اور اس کے لئے آخرت میں کچھ حصہ نہیں۔

مطلب یہ ہے کہ ایک نیکی کا دس گنا ثواب دیں بلکہ سات سو گنا اور اس سے بھی زیادہ اور دنیا میں ایمان اور عمل صالح کی برکت سے جو فراخی و برکت ملے وہ علیحدہ ہے۔ دنیا کے واسطے جو محنت کرے وہ قسمت کے موافق ملے پھر اس محنت کا فائدہ آخرت میں کچھ نہیں۔

(۱۳) رپ۱۴ سورہ نحل آیت ۱۰۷

(ترجمہ) یہ اس واسطے کہ انہوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت سے عزیز رکھا۔

ایسے منکروں کو جو حیات دُنیا ہی کو کعبۂ مقصود ٹھہرا لیں کامیابی کا راستہ کہاں ملتا ہے ؟ جس نے دُنیا عزیز رکھی اس کو آخرت کہاں ؟

(۱۴) رپ۱۵ سورہ بنی اسرائیل آیت ۱۸

(ترجمہ) اور جس نے پچھلا گھر چاہا اور اس کے واسطے دوڑ کی جو اس کی دوڑ اور وہ یقین پر ہے سو ایسوں کی دوڑ

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ [illegible] وَسَلَّمَ ثُمَّ قُمْنَا اِلَی الصَّلٰوۃِ
قِیْلَ : کَمْ کَانَ بَیْنَھُمَا ؟
قَالَ : خَمْسُوْنَ اٰیَةً ، مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ
حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم

وَ ظَاهَرَتْ [illegible]
السَّحَرِ [illegible] کی یاد سے خالی [illegible]
حضرت [illegible] ازیں مجالس ذکر
اللہ عنہ سے [illegible] کہ وہ شریک ہوں [illegible]

کی کوشش ہرگز ضائع ہونے والی نہیں یقیناً بارگاہ احدیت میں حسن قبول سے سرفراز ہو کر رہے گی۔

(۱۵) رپ۳۰ سورہ انفطار آیت ۶، ۷

(ترجمہ) اے انسان ! تو اپنے رب کریم پر کس چیز سے بہکا ؟ اس نے تجھ کو بنایا پھر تجھ کو ٹھیک کیا پھر تجھ کو برابر کیا۔ جس صورت میں چاہا تجھ کو جوڑ دیا ہرگز نہیں پر تم انصاف کے دن کو جھوٹ جانتے ہو۔

(مطلب) کیا رب کریم اس بات کا حقدار تھا کہ تو اپنی جہالت اور حماقت سے اس کے حلم پر مغرور ہو کر نافرمانیاں کرتا رہے اور اس کے لطف و کرم کا جواب کفران و طغیان سے دے۔ اس کا کرم دیکھ کر تو اور زیادہ شرمانا اور حلیم کے غصہ سے بہت زیادہ ڈرنا چاہیئے تھا۔ بے شک وہ کریم ہے لیکن منتقم اور حکیم بھی ہے۔ پھر یہ غرور اور دھوکہ نہیں تو اور کیا ہو گا ؟

(۱۶) رپ۲۷ سورہ حدید آیت ۲۰

(ترجمہ) جان رکھو کہ دنیا کی زندگی کھیل اور تماشہ اور آرائش ہے۔ اور آپس میں فخر کرنا اور مال و اولاد کی کثرت پر۔

(مطلب) آدمی کو اول عمر میں کھیل چاہیئے پھر تماشہ، پھر بناؤ سنگار اور فیشن، پھر ساکھ بڑھانا اور نام و نمود حاصل کرنا۔ پھر موت کے دن قریب آئیں تو پھر مال و دولت کی فکر، کہ پیچھے میرا گھر بار بنا رہے اور اولاد آسودگی سے زندگی بسر کرے مگر یہ سب ٹھاٹھ سامان فانی اور زائل ہیں جیسے کھیتی کی رونق و بہار چند روزہ ہوتی ہے پھر زرد پڑ جاتی ہے۔ آدمی اور جانور اس کو روند کر چورا کر دیتے ہیں۔ اس شادابی اور خوبصورتی کا نام و نشان نہیں رہتا۔ یہی حال دنیا کی زندگانی اور اس کے ساز و سامان کا سمجھو کہ وہ فی الحقیقت دغا کی ایک پونجی ہے۔ اور دھوکہ کی ٹٹی ہے۔ آدمی اس کی عارضی بہار سے فریب کھا کر اپنا انجام تباہ کر لیتا ہے۔ حالانکہ موت کے بعد یہ چیزیں کام آنے والی نہیں وہاں کچھ اور ہی کام آئے گا۔ یعنی ایمان اور عمل صالح۔ جو شخص دنیا سے یہ چیز کما کر لے گیا سمجھو بیڑا پار ہے۔ آخرت میں اس کے لئے مالک کی خوشنودی اور رضا مندی اور جو دولت ایمان سے خالی رہا اور کفر و عصیان کا بوجھ لے کر پہنچا اس کے لئے سخت عذاب۔ مرنے کے بعد مال اور اولاد وغیرہ کام نہیں آتے صرف وہ نیکیاں کام آتی ہیں جن کا اثر یا ثواب آئندہ باقی

مولانا محمد حفظ الرحمٰنؒ سیوہاروی

حضرت نُوح علیہ السلام

(۵)

اگرچہ یہاں پہنچ کر واقعہ کی تفصیلات ختم ہو جاتی ہیں۔ تاہم اس اہم واقعہ میں جو علمی اور تاریخی سوالات پیدا ہوتے ہیں یا پیدا کئے گئے ہیں وہ بھی قابلِ ذکر و مذاکرہ ہیں جو ترتیب وارِ درج ذیل ہیں۔

۱۔ طوفانِ نُوح عام تھا یا خاص

گیا طوفانِ نوح تمام کرۂ ارضی پر آیا تھا یا کسی خاص خطہ پر؟

اس کے متعلق علماء قدیم و جدید میں ہمیشہ سے دو رائے رہی ہیں۔ علماءِ اسلام میں سے ایک جماعت علماءِ یہود و نصاریٰ اور بعض ماہرین علوم فلکیات، طبقات الارض اور تاریخ طبیعات کی یہ رائے ہے کہ یہ طوفان تمام کرۂ ارضی پر نہیں آیا تھا بلکہ صرف اُسی خطہ میں محدود تھا جہاں حضرت نوحؑ کی قوم آباد تھی۔ اور یہ علاقہ مساحت کے اعتبار سے ایک لاکھ چالیس ہزار کیلومیٹر مربع ہوتا ہے۔

اس کے نزدیک طوفانِ نوحؑ کے خاص ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگر یہ طوفان عام تھا تو اس کے آثار کرۂ ارضی کے مختلف گوشوں اور پہاڑوں پر ملنے چاہئیں تھے، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ نیز اس زمانہ میں انسانی آبادی بہت ہی محدود تھی اور وہ وہی خطہ تھا جہاں حضرت نوح (علیہ السلام) اور اُن کی قوم آباد تھی۔ ابھی حضرت آدم (علیہ السلام) کی اولاد کا سلسلہ اس سے زیادہ وسیع نہ ہؤا تھا جو کہ اس علاقہ میں آباد تھا۔ لہٰذا وہی مستحق عذاب الٰہی تھے اور اُن ہی پر طوفان کا یہ عذاب بھیجا گیا۔ باقی کرۂ زمین کو اس سے کوئی علاقہ نہ تھا۔

اور بعض علماءِ اسلام اور ماہرین طبقات الارض و تاریخ طبیعات کے نزدیک یہ طوفان تمام کرۂ ارضی پر حاوی تھا، اور ایک یہی نہیں بلکہ اُن کے خیال میں اس زمین پر متعدد ایسے طوفان آئے ہیں، اُن ہی میں سے ایک یہ بھی تھا، وہ پہلی رائے کے تسلیم کرنے والوں کو "آثار" کے متعلق سوال کا جواب یہ دیتے ہیں کہ "جزیرہ" یا عراقِ عرب کی اس سرزمین کے علاوہ بلند پہاڑوں پر بھی ایسے حیوانات کے ڈھانچے اور ہڈیاں بکثرت پائی گئی ہیں جن کے متعلق ماہرین علم طبقات الارض کی یہ رائے ہے کہ یہ حیوانات مائی ہیں اور صرف پانی ہی میں زندہ رہ سکتے ہیں۔ پانی سے باہر ان کی زندگی ایک لمحہ بھی دشوار ہے۔ اس لئے کرۂ ارض کے مختلف پہاڑوں کی اِن بلند چوٹیوں پر ان کا ثبوت اس کی دلیل ہے کہ کسی زمانہ میں پانی کا ایک ہیبت ناک طوفان آیا جس نے پہاڑوں کی ان چوٹیوں کو بھی اپنی غرقابی سے نہ چھوڑا۔

ان ہر دو خیالات و آراء کی اُن تمام تفصیلات کے بعد جن کا مختصر خاکہ مضمونِ زیرِ بحث میں درج ہے۔ اہلِ تحقیق کی یہ رائے ہے کہ صحیح مسلک یہی ہے کہ طوفان خاص تھا، عام نہ تھا۔

البتہ قرآنِ عزیز نے "سنّت اللہ" کے مطابق صرف ان ہی تفصیلات پر توجّہ کی ہے جو موعظت و عبرت کے لئے ضروری تھے اور باقی مباحث سے قطعاً کوئی تعرض نہیں کیا اور ان کو انسانی علوم کی ترقی کے حوالہ کر دیا۔ وہ تو صرف یہ بتانا چاہتا ہے کہ تاریخ کا یہ واقعہ اہل عقل و شعور کو فراموش نہ کرنا چاہئے کہ آج سے [illegible] سال قبل ایک قوم نے خدا [illegible]

بھیجے ہوئے ہادی حضرت نوح علیہ السلام کے رشد و ہدایت کے پیغام کو جھٹلایا، ٹھکرایا اور قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ تو خدائے تعالےٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ کا مظاہرہ کیا اور ایسے سرکشوں اور متمردوں کو طوفانِ باد و باران میں غرق کر کے تباہ و برباد کر دیا اور اسی حالت میں حضرت نوح اور مختصر سی ایماندار جماعت کو محفوظ رکھ کر نجات دی۔ ان فی ذالک لعبرۃ لاولی الابصار۔

۲۔ پسرِ نوحؑ کی نسبی بحث

بعض علماء نے حضرت نوحؑ کے اس بیٹے کے متعلق یہ کہا ہے کہ یہ حقیقی بیٹا نہ تھا۔ اور [illegible] دعوے کئے۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ وہ "ربیب" تھا یعنی حضرت نوحؑ کی بیوی کے پہلے شوہر کا لڑکا تھا جو حضرتِ نوحؑ سے نکاح کے بعد اُن کی آغوش میں پلا بڑھا۔ اور دوسری جماعت حضرتِ نوحؑ کی اس کافرہ بیوی پر خیانتِ عصمت کا الزام لگاتی ہے۔

ان علماء کو ان غیر مستند اور دُور از صواب تاویلوں کی ضرورت اس لئے پیش آئی ہے کہ ان کے خیال میں پیغمبر کا بیٹا کافر ہو یہ بہت مستبعد اور عجیب معلوم ہوتا ہے؟

مگر تعجب ہے کہ وہ اس نصِ قرآنی کو کیوں فراموش کر جاتے ہیں کہ حضرتِ ابراہیمؑ کے باپ "آذر" بت تراش و بت پرست کافر تھے۔ پس اگر ایک جلیل القدر پیغمبر کے باپ کے کفر سے رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جلالت و عظمت اور منصبِ رسالت و نبوّت میں مطلق فرق نہیں آتا تو پھر عظیم المرتبت رسول و نبی کے بیٹے کے کفر سے اس پیغمبر کی عظمت و جلالتِ قدر میں کیا نقص آ سکتا ہے۔ بلکہ ایک حقیقت نگاہ اور حقیقت شناس کے نزدیک تو یہ رب العالمین اور خالق کائنات کی قدرتِ کاملہ کا مظہر اتم [illegible] وہ بنجر زمین میں گلاب اُگا دیتا اور گلاب کے مہکتے ہوئے پھولوں کے ساتھ خار پیدا کر دیتا ہے۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین۔

(باقی آئندہ)

۴۔ ہے کہ کنعان حضرتِ نوحؑ کا [illegible] جبکہ قرآنِ عزیز نے یہ تصریح کی

بقیہ: اداریہ

میں سے ایک نمایاں جرم خون فروشی کا کاروبار ہے۔ پاکستان پریس ایسوسی ایشن کے حوالہ سے صوبہ کے مختلف سرکاری اور غیر سرکاری ہسپتالوں کے جائزہ پر مشتمل ایک خبر اخبارات میں شائع ہوئی ہے جس میں انسانی خون کے غیر انسانی کاروبار کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ اس رپورٹ کے مطابق مغربی پاکستان میں ساڑھے تین ہزار افراد خون فروشی کی شرمناک تجارت میں ملوّث ہیں۔ رپورٹ میں اگرچہ اُن دلالوں کی مذمت کی گئی ہے جو ضرورتمند بے بس اور مفلوک الحال شہریوں کو ورغلا [illegible] فروشی پر آمادہ کرتے ہیں مگر یہ مذمت اس غیر انسانی کاروبار کی روک تھام نہیں کر سکتی۔ محکمہ صحت کو شاید اس کا علم ہوگا اور اگر نہیں تو اب ہو جانا چاہیئے کہ بہت سے ایسے نوجوان ہیں جو منشیات کا استعمال کرتے ہیں۔ اور اپنے اخراجات کی کفالت کے لئے خون کے دلالوں کے بغیر براہ راست اپنے خون کا سودا کرتے ہیں اور غریب مریضوں کے پریشان حال لواحقین سے منہ مانگے دام وصول کرتے ہیں۔ ہسپتالوں کی حدود یا ان کے آس پاس ایسے دلال اور براہ راست خون کے سودا باز اکثر منڈلاتے رہتے ہیں۔ خون کا کاروبار یا تبادلۂ خون اگرچہ شرعی اعتبار سے خود محلِ نظر ہے تاہم عام اخلاقی اقدار اور دنیوی اعتبار سے بھی یہ سلسلہ انتہائی درجہ مذمت کے لائق ہے اور قانوناً قابلِ گرفت ہونا چاہیے۔ ہم حکومت کے اربابِ بست وکشاد سے پُرزور استدعا کرتے ہیں کہ اس مذموم کاروبار کے ذمہ دار لوگوں کو قانونی تعزیر کی مدد سے تنبیہ کرے تاکہ یہ شرمناک رسم بالکل معطّل ہو جائے۔

★ تعارف و تبصرہ ★

:مضطر گجراتی بی۔اے:

نام کتاب:- "تبصرۂ محمودی بر ہفواتِ مودودی"۔

سائز $\frac{22 \times 18}{8}$ حصہ اوّل ۲۵۰ صفحات قیمت ۳/۲۵ روپے

حصہ دوم ۱۹۲ صفحات قیمت ۳/۰ روپے۔

مصنّفہ:- محمود احمد عباسی صاحب۔

ملنے کا پتہ:- مکتبہ محمود $\frac{1}{26}$ بی ایریا لیاقت آباد کراچی $\frac{19}{}$۔

علامہ عباسی نے زیرِ نظر کتاب میں مولانا مودودی کی کتاب "خلافت و ملوکیت" پر طویل ناقدانہ تبصرہ کرتے ہوئے بڑی کاوش سے ان تمام جعلی اور بے سروپا تاریخی روایات کا ابطال کیا ہے۔ جن کے سہارے مولانا مودودی نے اپنی کتاب میں عام صحابہؓ بالخصوص سیدنا حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نقد وجرح کی ہے۔

تاریخ دانوں سے یہ بات مخفی نہیں کہ عالم اسلام کا سب سے پہلا فتنۂ عظیمہ عبداللہ ابن سبا یہودی کا فتنہ ہے جس نے مسلمانوں کی وحدتِ ملیّہ اور وحدتِ عقیدہ دونوں کو سخت مجروح کیا۔ اسی فتنہ کی بدولت محترم خلیفۂ ثالث و راشدؓ کی المناک شہادت اور قتال بین المسلمین کے زہرہ گداز حادثے رُونما ہوئے۔ ابن سبا اور اس کے پیروؤں کی بنیادی پالیسی ہی یہ تھی کہ عامۃ المسلمین میں حضرات صحابہ کرامؓ کے متعلق شکوک وشبہات پیدا کر دیئے جائیں تاکہ اعتماد و واسطہ کی وہ تحریک فنا ہو جائے جس کے ذریعے تعلیمات قرآنی اور ہدایات نبوی تک صحیح رسائی ممکن ہے۔ ظاہر ہے کہ اس تسلسل واتصال کے خاتمہ کے بعد نہ قرآن مجید اُمّت کے ہاتھوں میں رہتا نہ سُنّتِ نبویؐ کا دامن۔

قرآن مجید نے خود اکثر مقامات پر منافقین کی صحابہؓ دشمنی کو بیان کیا ہے اور یہ صحابہؓ ہی کی جماعتِ قدسیہ تھی جس نے دین کے خلاف منافقین ومعاندین کی سازشوں کو کامیاب نہیں ہونے دیا۔ لیکن یہ کتنا صدمہ انگیز امر ہے کہ مفسدین ومنافقین کی وضع کردہ روائتیں اور من گھڑت واقعات جن میں اکابر صحابہؓ واساطین دین پر حملے ہیں مسلمانوں کی تاریخ کا معتد بہ حصہ بن گئے۔ ہمارے مؤرخین نے اس بات کا قطعاً التزام نہیں کیا کہ جن وقائع میں بدمذہبوں کی دراندازیوں کا سخت امکان واحتمال تھا ان کی اخبار وروایات کو اختیار کرنے سے پہلے راویوں کو فنِ رجال کی مدد سے پرکھ لیتے۔ پھر ایک خبر جو کُتب حدیث میں بیان ہوئی ہو اس سے صرف نظر کر کے اس کے متناقض روایت کو لے لینا بھی اصولاً غلط ہے۔ ہمارے

جامعین تاریخ نے بعض مصالح کی بنا پر رطب ویابس کو تاریخ میں جمع کر دیا ہے۔ امام ابن جریر الطبریؒ پہلے شخص ہیں جن کی کتاب "تاریخ الامم والملوک" سب سے متقدم صحیح تاریخ سمجھی جاتی ہے۔ وہ ہر روایت کے راویوں کے نام کے ساتھ ماخذ کا ذکر بھی کرتے ہیں لیکن یہ عجیب بات ہے کہ ان کے اکثر راوی دنیائے رجال میں مجہول بلکہ مفقود الخبر ہیں اور جن کا سراغ ملتا ہے ان میں بہت سے ایسے ہیں جو خود امام طبری کی ولادت سے برسوں پہلے اس دنیا سے اُٹھ چکے تھے۔ مثال کے طور پر ان میں سے ایک عمر بن شبّہ ہیں۔ مشاجرات صحابہؓ کے قصے اکثر انہی کی زبان سے بلا واسطہ روایت کئے گئے ہیں۔ ورآنحالیکہ عمر بن شبّہ امام طبری کی ولادت سے ۲۲ برس پہلے وفات پا چکے تھے۔ ان حالات میں قرآن وحدیث کی شہادت کے مقابلے میں تاریخ کو اعتماد کا درجہ ہرگز نہیں دیا جا سکتا۔ اگر تاریخ اسلام کو حضرت امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ جیسے محققین روایت میسر آجاتے تو ہماری تاریخ کذب و افتراء سے مُلوث نہ ہوتی۔

بہرحال ہمارے "مصنفین" کے نزدیک اگر تحقیق اسی چیز کا نام ہے کہ جدید اسلوب میں "سبائیت" کی وکالت کی جائے تو مصر کے ڈاکٹر طٰہٰ حسین اور ڈاکٹر احمد امین نے بیشک بڑا کارنامہ کیا ہے اور مولانا مودودی بھی ان سے پیچھے نہیں رہے

عباسی صاحب نے اپنے تبصرے میں ان تمام تاریخی روایات کی حیثیت واضح کی ہے جو مختلف کتب تاریخ سے چُن کر مودودی صاحب نے اپنی کتاب میں پیش کی ہیں اور جن سے عدالت صحابہؓ اور سیرتِ صحابہؓ کا تصور قرآن وحدیث کی شہادت کے بالکل برعکس قائم ہوتا ہے۔ تاریخ اسلام کو مسخ کرنے کے فتنہ نے ہمارے طلباء کے ذہنوں کو پہلے ہی بہت حد تک مسموم کر رکھا ہے اور اکابر اسلام کی طرف سے ان کی بدگمانی بڑھتی جاتی ہے۔ اس تشویشناک صورت حال اور اس کے عواقب کی خطرناکیوں کے مؤثر انسداد کی سخت ضرورت تھی۔ سو محترم عباسی صاحب نے اس ضرورت کو حسبِ معمول زیرِ نظر کتاب میں بدرجۂ اتم پورا کر دیا ہے۔ ان کی تحقیقات اور متخرجہ نتائج سے اختلاف بھی ہو سکتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ بعض حوالوں میں ان سے سہو ہوا ہو۔ لیکن ان کی کاوش من حیث المجموع نہایت مُستحسن اور اہل علم خصُوصاً طلباء کے مطالعہ کی بہترین چیز ہے۔ اس سے تاریخ کے اصل حقائق معلوم کرنے میں بڑی مدد ملیگی۔

بقیہ: فکرِ آخرت

رہنے والا ہو۔

(۱۷) دپ۱۶ ع ۲ سُورہ کہف آیت [illegible]

(ترجمہ) سو جس کو اپنے رب کے ملنے کی امید ہو وہ کچھ نیک کام کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔

جس کسی کو اللہ تعالیٰ سے ملنے کا شوق [illegible]

یا اس کے سامنے حاضر کئے جانے کا خوف ہو، اسے چاہیئے کہ کچھ بھلے کام شریعت کے مطابق کر جائے اور اللہ تعالیٰ کی بندگی میں ظاہراً و باطناً کسی کو کسی درجہ میں بھی شریک نہ کرے۔ یعنی شرک جلی کی طرح ریا وغیرہ شرکِ خفی سے بھی بچتا رہے کیونکہ جس عبادت میں غیر اللہ کی شرکت ہو وہ عابد کے [illegible] وہ شریک ہوں۔

ام المومنین

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(مولانا عاشق الٰہی بلند شہری)

(۲)

حرمِ نبوّت میں آنا

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے پہلے شوہر سے بہت زیادہ محبت تھی۔ ایک مرتبہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان سے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ مرد و عورت دونوں جنتی ہیں۔ اور عورت مرد کے بعد کسی سے نکاح نہ کرے تو وہ عورت جنّت میں اس مرد کو ملے گی۔ اسی طرح اگر مرد دوسری عورت سے نکاح نہ کرے تو وہی عورت اسے ملے گی۔ اس لئے آؤ ہم دونوں عہد کریں کہ ہم میں سے جو پہلے اس دنیا سے چلا جائے دوسرا نکاح نہ کرے۔ یہ سن کر حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تم میرا کہا مانو گی؟ عرض کیا ماننے کے لئے تو مشورہ کر رہی ہوں۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ تم میرے بعد نکاح کر لینا۔ اس کے بعد دعا کی کہ اے اللہ! میرے بعد ام سلمہ کو مجھ سے بہتر خاوند نصیب فرما جو نہ اسے رنج پہنچائے اور نہ تکلیف دے۔

مسلم شریف میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کسی مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچے اور اللہ کے حکم کے مطابق اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھے اور یہ دعا کرے:۔

اَللّٰھُمَّ اَجُرْنِیْ مِنْ مُّصِیْبَتِیْ وَ اَخْلِفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْھَا۔

اے اللہ! میری مصیبت میں مجھے اجر دے اور بہتر بدل عنایت فرما۔

تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرور اس کی گئی ہوئی چیز سے بہتر عنایت فرماویں گے جب ابو سلمہ رضی کی وفات ہو گئی تو مجھے یہ حدیث یاد آئی اور دا میں کہا کہ (اس دعا کو کیا پڑھوں؟) ابو سلمہ سے بہتر کون ہوگا وہ سب سے پہلا شخص تھا جس نے اپنے گھر سے ہجرت کی۔ پھر آخر میں نے یہ دعا پڑھ لی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ جل شانہٗ نے ابوسلمہ کے بعد مجھے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں دے دیا۔

دانشمندی

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بڑی سمجھدار اور دانش مند تھیں۔ الاصابہ میں لکھا ہے:۔

وکانت ام سلمۃ موصوفۃ بالجمال البادع والعقل البالغ۔

ترجمہ:۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حسن و جمال میں شہرت رکھتی تھیں اور عقل و دانش اور صحیح رائے رکھنے والوں میں ان کا شمار تھا۔

سنہ ۶ھ میں یہ واقعہ پیش آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ مدینہ منورہ سے عمرہ کرنے کے خیال سے مکہ معظمہ کے لئے روانہ ہوئے (عمرہ، حج کی طرح ایک عبادت ہے جس میں حج سے کم کام کرنے پڑتے ہیں) جب مکّہ کے کافروں کو اس کی خبر لگی کہ (حضرت) محمّد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آ رہے ہیں تو انہوں نے بے جا باتیں شروع کر دیں، اور آپؐ کو مکّہ جانے سے روکنا چاہا۔ ناچار آپؐ کو مقامِ حدیبیہ میں ٹھیرنا پڑا۔ جاں نثار صحابہؓ یہ معاملہ دیکھ کر کافروں سے لڑنے کے لئے آمادہ ہو گئے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح کی کوشش فرمائی۔ چنانچہ صلح ہو گئی اور فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر رعایت کے ساتھ صلح فرما لی کہ کافروں کی ہر شرط [illegible] بظاہر ان کی شرطوں کے مان لینے میں مسلمانوں کا صریح نقصان معلوم ہوتا تھا۔ جب صلح نامہ مرتب ہو گیا تو سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا کہ (عمرہ کرنے کے لئے مکہ معظمہ تو جانا نہیں ہے اب تو واپسی ہی ہے لہٰذا) اٹھو (اپنا اپنا احرام کھول دو اور) قربانی کے جانور ذبح کر ڈالو پھر سر منڈا لو (چونکہ احرام کھولنا طبیعتوں کو گوارا نہ تھا اور مدینہ سے چونکہ عمرہ کے لئے آئے تھے اس لئے عمرہ ہی کو جی چاہ رہا تھا اور احرام کھولنے سے اپنا سفر ضائع جاتا نظر آتا تھا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے سے لوگ ہچکچاہٹ محسوس کرنے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے فرمایا کہ لوگ احرام کھولنے کو بارِ گراں سمجھ رہے ہیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ اے اللہ کے نبی! کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ سب احرام کھول دیں؟ اگر واقعۃً آپؐ کی ایسی خواہش ہے تو اس کی ترکیب یہ ہے کہ آپ باہر نکل کر کسی سے ذرا نہ بولیں اور اپنے جانور کو ذبح فرما دیں اور بال مونڈنے والے کو بلا کر اپنے بال منڈا لیں۔ چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا کہ باہر نکل کر اپنا جانور ذبح کر دیا اور بال منڈا لئے۔ جب صحابہؓ نے یہ ماجرا دیکھا تو سب احرام کھولنے پر راضی ہو گئے اور اپنے اپنے جانور ذبح کر ڈالے اور ایک دوسرے کا سر مونڈنے لگے۔ (اور سب نے احرام کھول دیا) ایسی بڑی مشکل حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مشورہ پر عمل کرنے سے سلجھ گئی۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس رائے کے متعلق جس سے یہ مشکل حل ہوئی حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ الاصابہ میں لکھتے ہیں:۔

واشارتھا علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم الحدیبیۃ تدل علی وفور عقلھا و صواب رأیھا۔

ترجمہ: حدیبیہ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے رائے دینے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ بڑی عقلمند اور ٹھیک رائے رکھنے والی تھیں ــــــ

درحقیقت یہ بڑی سمجھ کی بات ہے کہ انسان موقعہ کو پہچانے اور یہ سمجھ لے کہ اس وقت لوگ اپنے مقتدٰے کے قول پر توجہ نہیں دے رہے ہیں لیکن اس کے عمل کی اقتداء کریں گے۔ (باقی آئندہ)

خلافتِ راشدہ کانفرنس

[illegible] نومبر و یکم [illegible] بروز جمعرات، جمعہ بمقام جامع مسجد کلاں مولانا احمد صاحب (مرحوم) مرکزی تنظیم اہلسنت، مغربی پاکستان نے خلافت راشدہ کانفرنس کا انعقاد ڈیرہ اسمٰعیلخان میں منظور فرمایا ہے جس میں مندرجہ ذیل اکابرین امت شرکت فرما رہے ہیں۔ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب، مولانا کوثر نیازی صاحب، علامہ عبدالستار صاحب تونسوی، مولانا قائم الدین صاحب عباسی، مولانا سید نور الحسن شاہ بخاری، علامہ دوست محمد صاحب قریشی، مولانا محمد ضیاء القاسمی صاحب، مولانا قاضی عبدالکریم صاحب، مولانا مفتی حافظ احمد شعیب صاحب۔

(مولانا) عبدالسلام صدر ڈسٹرکٹ تنظیم اہلسنت ڈیرہ اسمٰعیلخان

سیرت النبیؐ کا جلسہ

یکم دسمبر بروز جمعہ المبارک بعد نماز عشاء جامع مسجد برج اٹاری ضلع شیخوپورہ میں مولانا عطاء اللہ بغدادی سیرت النبیؐ کے موضوع پر تقریر کریں گے۔ (ماسٹر عبداللہ)

"دعائے صحت کی درخواست"

میرا جوان سال بھتیجہ سعید احمد ولد صغیر احمد مقیم جہلم چند ماہ سے بیمار ہے قارئین خدام الدین سے درخواست ہے کہ اس کی صحت عاجلہ وکاملہ کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔ جزاک اللہ۔ طفیل احمد مکان [illegible] کریم پورہ متصل گورنمنٹ گرلز ہائی اسکول۔ ایبٹ آباد

ہیں کہ ہم [illegible]

کام